REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO. R.N. 61/57

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ عبدہ المسیح الموعود

POSTAL REGISTRATION NO. P/GDP-23.

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

جلد ۴۵

شمارہ ۹

ایڈیٹر: منیر احمد خادم

نائبین: قریشی محمد فضل اللہ، محمد نسیم خان

شرح چندہ
سالانہ ۱۰۰ روپے
بیرونی ممالک:
بذریعہ ہوائی ڈاک: ۲۰ پاؤنڈ یا ۴۰ ڈالر امریکن
بذریعہ بحری ڈاک: دس پاؤنڈ یا ۲۰ ڈالر امریکن

ہفت روزہ بدر قادیان

THE WEEKLY "BADR" QADIAN-143516

ہفت روزہ بدر قادیان - ۲۹/۲/۱۹۹۶ء

۹ شوال ۱۴۱۶ ہجری   ۲۹ تبلیغ ۱۳۷۵ ہش   ۲۹ فروری ۱۹۹۶ء

اخبارِ احمدیہ

لندن ۲۳ فروری (ایم۔ ٹی۔ اے) سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بخیریت ہیں۔ ۲۰ فروری کو حضور نے رمضان المبارک کے درسوں کے اختتام پر سورۃ اخلاص۔ فلق و ناس کی تشریح فرمائی اور اجتماعی دعا کرائی۔ اگلے روز حضور انور نے مسجد فضل لندن میں عید کی نماز پڑھائی اور خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عید کے موقعہ پر معمول احادیث کی روشنی میں دلچسپ انداز سے روشنی ڈالی اور اس سال احمدیت کے حق میں عظیم الشان تائیدی نشانات کے ظاہر ہونے کا تذکرہ فرمایا۔ احباب کرام پیارے آقا کی صحت و سلامتی اور درازی عمر و خصوصی حفاظت کیلئے دعائیں جاری رکھیں۔

ارشاداتِ عالیہ سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام

مسلمان کون ہے؟

یہ بات سمجھنے والی ہے کہ ہر ایک مسلمان کیوں مسلمان کہلاتا ہے؟ مسلمان وہی ہے جو کہتا ہے کہ اسلام برحق ہے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں، قرآن کتاب آسمانی ہے اس کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ میں اقرار کرتا ہوں کہ میں ان سے باہر نہ جاؤں گا۔ نہ عقیدۃً، نہ عبادۃً، نہ عملدرآمد میں۔ میری ہر ایک بات اور عمل ان کے اندر ہی رہے گا۔

گدّی نشینوں کی حالت

اب اس کے مقابل پر آپ انصاف سے دیکھیں کہ آج کل گدّی والے اس ہدایت کے موافق کیا کچھ کرتے ہیں۔ اگر وہ خدا کی کتاب پر عمل نہیں کرتے تو قیامت کو اس کا جواب کیا ہوگا کہ تم نے میری کتاب پر عمل نہ کیا۔ اس وقت طوافِ قبر، کنجریوں کے جلسے اور مختلف طریقے ذکر جن میں سے ایک ارّہ کا ذکر بھی ہے، ہوتے ہیں۔ لیکن ہمارا سوال ہے کہ کیا خدا بھول گیا تھا کہ اس نے یہ تمام باتیں کتاب میں نہ لکھ دیں نہ رسول کو بتائیں۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت جانتا ہے اُسے ماننا پڑے گا کہ اللہ اور اس کے رسول کے فرمودہ سے باہر نہ جانا چاہیئے۔

اسلام اور بدعت کیا ہیں

کتاب اللہ کے برخلاف جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب بدعت ہے۔ اور سب بدعت فی النار ہے۔ اسلام اس بات کا نام ہے کہ بجز اس قانون کے جو مقرر ہے ادھر اُدھر بالکل نہ جاوے۔ کسی کا کیا حق ہے کہ بار بار ایک شریعت بناوے ـــــ بعض پیرزادے چوڑیاں پہنتے ہیں، مہندی لگاتے ہیں، لال کپڑے ہمیشہ رکھتے ہیں۔ سدا سہاگن ان کا نام ہوتا ہے۔ اب ان سے کوئی پوچھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو مرد تھے۔ اس کو مرد سے عورت بننے کی کیا ضرورت پڑی؟ ـــــ ہمارا اصول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کتاب قرآن کے سوا اور طریق سُنّت کے سوا نہیں۔ کس شئے نے ان کو جرأت دی ہے کہ اپنی طرف سے وہ ایسی باتیں گھڑ لیں۔ بجائے قرآن کے کافیاں پڑھتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا دل قرآن سے کھٹا ہوا ہوا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے جو میری کتاب پر چلنے والا ہو وہ ظلمت سے نور کی طرف آوے گا اور کتاب پر اگر نہیں چلتا تو شیطان اس کے ساتھ ہوگا۔

بندگانِ خدا کی علامت

اگر جو خدا کے بندے ہوتے ہیں ان میں خوشبو اور برکت ہوتی ہے۔ فریب اور مکر سے ان کو کوئی غرض نہیں ہوتی۔ جیسے آفتاب اسے چمکتا ہوا نظر آتا ہے۔ ایسے ہی دور سے اس کی چمک دکھائی دیتی ہے اور دنیا میں اصل چمک انہیں کی ہے۔ یہ آفتاب اور قمر وغیرہ تو صرف نمونہ ہیں۔ ان کی چمک دائمی نہیں ہے کیونکہ یہ غروب ہو جاتے ہیں۔ لیکن وہ غروب نہیں ہوتے۔ جس کو خدا اور رسول کی محبت کا شوق ہے اور ان کے خلاف کو پسند نہیں کرتا اور عفونت اور بدبو کو محسوس کرنے کا اس میں مادہ ہو وہ فوراً سمجھ جائے گا کہ یہ طریق اسلام سے بہت بعید ہے۔ مثل یہود کے خدا نے ان کو چھوڑ دیا ہے۔ بلعم کی طرح اب مکر و فریب کے سوا ان کے پاس کچھ نہیں رہا۔ صفائی والا انسان جلد دیکھ لیتا ہے کہ یہ جسم اس حقیقی روح سے خالی ہے۔

انسان توجہ کرے تو اسے پتہ لگتا ہے کہ جو لوگ صمٌ بکمٌ ہو کر سجادہ نشینوں کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہیں اور عرسوں وغیرہ میں شریک ہو جاتے ہیں ان کو یہ خیال نہیں آتا کہ وہ کونسی روشنی ہے جو خانہ کعبہ سے شروع ہوئی تھی اور تمام دنیا میں پھیلی تھی اور انہوں نے اس میں سے کس قدر حصہ لیا ہے۔ ان کو ہرگز وہ نور نہیں ملتا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے لائے اور اس سے کل دنیا کو فتح کیا۔ آج اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوں تو ان لوگوں کو جو اُمّت کا دعوےٰ کرتے ہیں کبھی شناخت بھی نہ کر سکیں۔ کونسا طریقہ آپ کا ان لوگوں نے رکھا ہے۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۱۶۲ تا ۱۶۵)

منیر احمد حافظ آبادی ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر دارالامان قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر۔ نگران بورڈ بدر قادیان

دوسری قسط

رابطہ کے سات رنگین نیلا رنگ ہم ۲۶ دسمبر ۱۹۹۵ء

جماعت احمدیہ خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ تمام عالمی وسائل میں تقویٰ کی برکت سے وہ نور پا چکی ہے جس نور کی روشنی میں تمام اندھیروں کے ازالے کئے جائیں گے

جماعت احمدیہ کو ہندوستان میں خصوصیت سے قیام امن کی کوشش کرنے کی نصیحت

قادیان کے اس بابرکت جلسے میں جو درحقیقت کل عالم کا جلسہ ہے ہماری آواز قادیان کی نمائندگی میں سب دنیا میں پھیل رہی ہے۔ ایک وقت ایسا بھی آئے گا جب قادیان کی زیارت کو جانے والوں کی تعداد لاکھوں سے ملینز تک پہنچ جائے گی!

خطاب سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بتاریخ ۲۶ دسمبر ۱۹۹۴ء بر موقع جلسہ سالانہ قادیان بمقام مسجد فضل لندن، برطانیہ

(یہ خطاب ایم۔ ٹی۔ اے کے مواصلاتی رابطہ کے ذریعہ براہ راست نشر کیا گیا۔ خطاب کا یہ متن ادارہ بدر اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پھر ایک اور موقع پر فرمایا کہ:

"جو شخص ایسا خیال کرتا ہے کہ آنے میں اس پر بوجھ پڑتا ہے یا ایسا سمجھتا ہے کہ یہاں ٹھہرنے میں ہم پر بوجھ ہوگا۔"

یہ دونوں باتوں کا خیال فرمایا ہے۔ یہ خیال کہ آنا نہیں ہے مجھے تکلیف ہوگی یا مالی بوجھ پڑ جائے گا۔ یا اس خیال سے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وقت اور ذمہ داریوں کے لحاظ سے پہلے ہی اتنے بوجھ ہیں کہ ہمارے جانے سے اس بوجھ میں اضافہ نہ ہو، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"اسے ڈرنا چاہیئے کہ وہ شرک میں مبتلا ہے۔"

اور یہ عجیب اظہار رائے ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ ایک عارف باللہ جب امور کا تجزیہ کرتا ہے تو اس سے وہ عام کلمات صادر نہیں ہوتے جو عام طور پر ایسے مضمون کا جائزہ لینے والے کی زبان پر آتے ہیں۔ ایک عام انسان کے تصور میں بھی نہیں آ سکتا کہ اسے شرک کہہ سکتے ہیں یا شرک کا شائبہ اس چیز میں پایا جاتا ہے۔ ایک آنے والا ہے وہ اموال کے خرچ سے گھبراتا ہے کہ اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ ہے۔ ایک آنے والا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت کی مصروفیت کا عذر رکھ کر نہیں آنا چاہتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تجزیہ ہے کہ:-

"اسے ڈرنا چاہیئے کہ وہ شرک میں مبتلا ہے۔ ہمارا تو اعتقاد ہے کہ اگر سارا جہان ہمارا عیال ہو جائے تو ہمارے مہمان کا متکفل خدا تعالیٰ ہے۔ ہم پر ذرا بھی بوجھ نہیں۔ ہمیں تو دوستوں کے وجود سے بڑی راحت پہنچتی ہے۔

یہ وسوسہ ہے جسے دلوں سے دور پھینکنا چاہیئے۔ میں نے بعض کو یہ کہتے سنا ہے کہ ہم یہاں بیٹھ کر کیوں حضرت صاحب کو تکلیف دیں۔ ہم تو نکمے ہیں یونہی روٹی بیٹھ کر کیوں توڑا کریں۔"

یہ جو انسانی نفس کے بہانے اور اس کا طرز بیان ہے یہ دائمی ہے۔ ہمیشہ سے اسی قسم کے توہمات اور وسوسے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں اور اس کا جواب مسیح موعود علیہ السلام یہ دے رہے ہیں:-

"وہ یہ یاد رکھیں، یہ شیطانی وسوسہ ہے جو شیطان نے ان کے دلوں میں ڈالا ہے کہ ان کے پیر یہاں جمنے نہ پائیں۔"

(ملفوظات جلد اوّل (طبع جدید) صفحہ ۳۰۱)

یہ جو سلسلہ ہے شیطانی وسوسوں کا، یہ اب بھی جاری ہے۔ مختلف شکلوں میں جاری ہے۔ ایک مخلص دوست جو کسی وجہ سے اسی قسم کے عذر رکھ کر یہاں آنا بند کر چکے تھے کہ کیا تکلیف ہوگی اور کیوں یہ وقت ضائع کروں یا ایک گنہگار آدمی ہوں، مجھے سامنا کرنے کا حوصلہ نہیں ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ انکساری کے پردے میں بھی شیطان ہی حملہ کر رہا ہوتا ہے۔ ان کو رؤیا کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے متنبہ فرمایا اور اسی وقت انہوں نے پھر مجھے خط لکھا اور گزشتہ غائب رہنے کی معذرت کی۔ اور یہ واقعہ ایک دفعہ نہیں بارہا ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نہ کسی رنگ میں کبھی رؤیا کے ذریعے، کبھی کسی اور طریق سے ایسے شخص کے دل میں اچانک یہ احساس پیدا فرمایا کہ یہ سوچ تقویٰ کی سوچ نہیں ہے۔ محض نفس کا بہانہ ہے۔ اور اگر ایسا شخص اپنے دل کا تجزیہ کر کے دیکھے تو اسے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ عذر اچھے لفظوں میں ڈھالا گیا ہے لیکن دل میں کوئی اور غفلت کی حالت ہے جو عناں گیر ہوتی ہے۔ جیسے کہتے ہیں ؎

ہوئی تاخیر تو کچھ باعث تاخیر بھی تھا
آپ آتے تھے مگر کوئی عناں گیر بھی تھا

"کوئی" کے لفظ میں یہ وہی اشارہ ہے کہ ایک شرک کا پہلو ہے۔ ایک عاشق جب سوچتا ہے کہ وہ کیوں نہیں آ رہا تو یہ نہیں سوچتا کہ کوئی وجہ حائل ہوئی ہے بلکہ اس کا ذہن اس وہم میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ کہیں غیر کی وجہ سے تو نہیں اس کو روک پیدا ہو گئی۔ کسی اور نے تو نہیں اس کی باگ تھام لی۔ عناں گیر کا مطلب ہے باگ تھام لی۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی نفسیاتی نکتے کو یوں بیان فرمایا ہے کہ ان لوگوں کو ڈرنا چاہیئے اس میں ایک شرک کا پہلو ہے۔

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

ارشادِ نبوی
اِشْفَعُوْا تُوْجَرُوْا
(سفارش کیا کرو تم کو سفارش کا بھی اجر ملیگا)
--- (منجانب) ---
یکے از اراکین جماعت احمدیہ ممبئی

طالبانِ دعا:-
آٹو ٹریڈرز
AUTO TRADERS
۱۶ مینگو لین۔ کلکتہ۔ ۷۰۰۰۰۱
فون نمبر:- ۲۲۸۵ ۲۲۲
۲۲۸۱۶۵۲
۲۲۳۰۷۹۴

روایتی زیورات جدید فیشن کے ساتھ
شریف جیولرز
اقصیٰ روڈ۔ ربوہ۔ پاکستان
پروپرائیٹرز:-
حنیف احمد کامران
حاجی شریف احمد
PHONE:- 04524-649.

خطبہ جمعہ

عرش کا اعلیٰ اور ارفع معنی جو اس دنیا میں ہمیں دکھائی دیتا ہے وہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل ہے جس پر عرشِ الٰہی جلوہ گر ہوا ہے!

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۲۰ر اکتوبر ۱۹۹۵ء مطابق ۲۰ر اخاء ۱۳۷۴ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن برطانیہ

تشہد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات قرآنیہ کی تلاوت فرمائی۔

وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ۝
وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ؕ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ
فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ۝
يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ۝
(الحاقہ ۱۷ : ۱۹)

پھر فرمایا:-

اللہ تعالیٰ کی صفات کے تعلق میں عرش کا کیا مفہوم ہے اس سلسلے میں دو خطبے پہلے گزر چکے ہیں۔ اب یہ تیسرا بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ میں نے بیان کیا تھا کہ قرآن کریم میں کہیں بھی واضح طور پر فرشتوں کے عرش اٹھانے کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ ہاں استنباط کے طور پر تشریحی ترجمے کے طور پر یہ ترجمہ ضرور بنتا ہے کہ فرشتے وہ عرش کو اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ اس ضمن میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی تفسیر صغیر سے بھی حوالہ پیش کیا تھا کہ آپ نے بھی فرشتوں کے اٹھانے کا ذکر کیا ہے اس لئے کہیں کوئی اس سمجھنے میں نہ پھنس جائے کہ گویا نعوذ باللہ میری بات میں اور حضرت مصلح موعودؓ کی بات میں تضاد ہے کوئی تضاد نہیں بلکہ میں نے توجہ دلائی کہ حضرت مصلح موعودؓ فرشتوں کا جو مفہوم سمجھتے ہیں جس کو اپنی کتاب ملائکۃ اللہ میں بیان کیا ہے اس کی رو سے یہ ترجمہ جائز بنتا ہے مگر وہ ترجمہ نہیں جو عامۃ الناس کے تصور میں فرشتوں کے اٹھانے کا خیال موجود ہے وہ بالکل غلط تصور ہے اس پر مبنی ہر خیال بھی غلط ہے۔

اس ضمن میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک حوالہ کراچی سے صغیر احمد صاحب چیمہ نے بھجوایا ہے جو اسی بات پر مزید روشنی ڈال رہا ہے جو میں نے بیان کی تھی فرماتے ہیں۔

"ملائکہ تمام نظام عالم کی ابتدائی کڑیاں ہیں اور خدا تعالیٰ کے حکم کو چلانے والے ہیں۔ قرآن کریم فرماتا ہے "اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا" (المؤمن: ۸) (یہ ترجمہ نہیں ہے معنی بیان فرمائے گئے ہیں) یعنی فرشتے جو عرش کو اٹھا رہے ہیں اور وہ بھی جو عرش کے گرد ہیں اپنے رب کی حمد کرتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور مومنوں کے قصوروں کے لئے معافی کی دعاؤں میں لگے رہتے ہیں۔ عرش کے معنی سورہ یونس نوٹ ۵ میں بیان کئے گئے ہیں اور ثابت کیا گیا ہے کہ اس سے مظہرِ صفات الٰہیہ کے ظہور کے ہیں۔"

یعنی عرش کوئی ایسی چیز نہیں جیسے کوئی کندھا دے کر اٹھاتا ہے تو فرشتوں کا صفاتِ الٰہیہ سے تعلق ہے اور قرآن شریف سے یہ قطعی طور پر ثابت ہے اور وہ آیات بھی اور اس سلسلے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی جہاں عرش اور فرشتوں کا اکٹھے ذکر فرمایا ہے وہ میں حوالے آج آپ کے سامنے رکھوں گا تاکہ یہ مضمون پوری طرح کھل جائے فرماتے ہیں

"عرش کو اٹھانے کے یہ معنی ہوئے کہ خدا تعالیٰ کی صفات کو ظاہر کرتے ہیں"۔

اس سے زیادہ کوئی معنی نہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اس مضمون کو اسی طرح کھولا ہے اور جو میں بات بیان کر رہا ہوں وہ بھی بعینہٖ یہی ہے کہ فرشتوں کے اس طرح کسی چیز کو اٹھانے کا قطعاً کوئی ذکر نہیں ملتا گویا وہ کوئی مادی چیز ہو جو فرشتوں کے کندھے پر رکھی گئی ہو بلکہ اس آیت کریمہ کی تشریح جو غالباً میں نے پچھلی دفعہ کی تھی مگر نہیں بھی کی تو میں آپ کو بتاتا ہوں اس کی رو سے میں اوّل اس آیت کا اطلاق حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور آپ کے صحابہ پر کرتا ہوں اور وہی دعائیں جو فرشتوں کی بتائی گئی ہیں وہی حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور آپ کے صحابہ کی تھیں وہی تھے جو دن رات مومنوں کے لئے دعائیں مانگا کرتے تھے ان کے لئے مغفرت طلب کرتے تھے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر جس طرح صفاتِ باری تعالیٰ جلوہ گر ہوئی ہیں قرآن سے ثابت ہے کہ فرشتوں کے سردار پر بھی اس طرح صفاتِ باری تعالیٰ جلوہ گر نہیں ہوئیں ورنہ معراج کی شب حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قربِ الٰہی کے لحاظ سے اس مقام تک پہنچے جس پر جبرائیل نہ پہنچ سکا اور یہ محاورہ استعمال ہوا ہے کہ اس کے پر جلتے تھے آگے جاتے ہوئے اور پر صفات ہی کا نام ہے۔ پس اگر طاقت سے بڑھ کر بوجھ پڑے تو اس کو یوں کہا جا سکتا ہے اس کی طاقتیں جل گئیں اس میں طاقت نہیں رہی وہ بوجھ ایسا تھا جس نے اس کی کمر توڑ دی۔

پس جو استعدادیں ملائکہ کو عطا نہیں ہوئیں ان استعدادوں کے تعلق میں صفاتِ باری تعالیٰ کا حمل ان کے لئے ممکن ہی نہیں ہے بلکہ وہ تمام صفاتِ باری تعالیٰ جو انسانوں کے لئے [illegible]

ان پر بھی فرشتے مقرر ہیں کیونکہ وہ خدا کی نمائندگی میں ان صفات کی تیاری کے لئے قانونِ قدرت کو استعمال کرتے ہوئے انسان کو وہاں تک پہنچانے میں مددگار ثابت ہوئے باوجود اس کے کہ ان صفات کا ذاتی تجربہ اور فہم ان کو پیدا نہیں ہو سکتا تھا مگر اللہ کے امر سے وہ ایسا کرنے پر مجبور ہوئے اور یہی وہ منظر کشی ہے جو ابتدائے آفرینش سے متعلق قرآن کریم کھینچ رہا ہے کہ اللہ نے جب ذکر کیا کہ میں خلیفہ بنانے والا ہوں، تو فرشتوں نے کہا کہ خلیفہ بنائے گا تو یہ یہ کام کرے گا اور جب آدم کو خدا تعالےٰ نے وہ صفات سکھائیں وہ اسماء بتائے جن کا آدم سے تو تعلق تھا، فرشتے سمجھ نہیں سکتے تھے جب مقابل پر کھڑا کیا گیا تو فرشتوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ آدم نے وہ صفات بیان کی ہیں اور یہاں سب سے اول آدم کا معنی یعنی خلیفۃ اللہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر صادق آتا ہے اس لئے جو بھی میں آپ کے سامنے یہ مضمون بیان کر رہا ہوں سو فیصدی قرآن پر مبنی اور قرآن کے ان اعلیٰ لطائف پر مبنی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی شان کے شایاں ہیں اور کسی اور وجود پر وہ پورے آ ہی نہیں سکتے پس ملائکہ کا اٹھانا اسی لئے لفظاً ذکر نہیں ہے ضمناً معناً کئے جاتے ہیں اس لحاظ سے کہ ہر طاقت پر فرشتے مامور ہیں اور اس کو چلا رہے ہیں لیکن ان کو پوری طرح نہ بھی سمجھیں تو خدا کے امر کے تابع مجبور ہیں اور اس پہلو سے وہ بھی انسانِ کامل کی خدمت پر مامور ہیں پس وہ ساتھ دیتے ہیں انسانِ کامل کا وہاں تک جہاں سے آگے ان کی رسائی نہیں جہاں ان کی طاقتیں جواب دے جاتی ہیں اور پھر انسانِ کامل اکیلا اس بوجھ کو اٹھاتا ہے جسے آسمانوں اور زمین نے اٹھانے سے انکار کر دیا تھا یہ وہ بوجھ ہے جس کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو وہ استعدادیں عطا کی گئیں جو بنی نوع انسان کو دی گئیں مگر کوئی ان سے کامل فائدہ نہ اٹھا سکا اس لئے اس میں کوئی ناانصافی کا سلوک نہیں ہے تمام استعدادیں اگرچہ انفرادی طور پر مختلف تھی ہیں مگر بنیادی طور پر جس کو پوٹینشل (POTENTIAL) کہتے ہیں پوٹینشل کے لحاظ سے ہر انسان کو عطا ہوئی ہیں بعضوں نے ان کو استعمال کیا، بعضوں کو وہ پوٹینشل زیادہ عطا ہوئے اس وجہ سے نہیں کہ چونکہ POTENTIAL زیادہ تھے اس لئے انہوں نے بہتر نمونہ دکھایا اس لئے ان کے سجدے کا علم خدا کو تھا کہ وہ اپنی تمام تر صفات کے ساتھ وہ سجدہ کریں گے۔ اس لئے انصاف کا تقاضا تھا کہ ان کو استعدادیں اس درجہ کمال تک عطا کی جائیں جس تک ان کی روح سجدوں کے لئے تیار رہتی پس باریک نظر سے بھی دیکھیں تو خدا کے ہاں کوئی فیصلہ بھی بغیر حکمت بالغہ کے نہیں ہے اور کوئی ناانصافی کا مضمون نہیں بنتا اس دائرے میں رہتے ہوئے جو وجود کامل وجود جو سب سے اوپر نکل گیا دراصل عرش کو اٹھانے والا وہ اور اس کے ساتھی ہیں یعنی صفات باری تعالےٰ کے درجہ کمال کو پہنچنے والا وہ وجود تھا۔

ابتداء میں یہ چار صفات تھیں جن کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ذکر فرمایا ہے اور وہ سورہ فاتحہ کے اندر بیان کردہ چار صفات باری تعالیٰ ہیں اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان تمام صفات کا مظہر کامل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دیا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ ہر صفت پر ایک فرشتہ مقرر ہے اور ہر صفت کو جاری کرنا اس کی خدمت کرنا قانون کو اس کے تابع چلانا یہ معین طور پر ایسے کام ہیں جو بعض فرشتوں کے سپرد کئے گئے ہیں۔ لیکن دنیا میں تو چار ہیں اور آخرت میں پھر آٹھ کا ذکر ملتا ہے اور وہ بھی صفات ہیں کا دراصل ذکر ہے جس کا نام فرشتہ رکھا جا سکتا ہے، اس پہلو سے وہ قابلِ اعتراض نہیں کیونکہ تمام صفات کے اجراء میں فرشتوں کا دخل ہے اور فرشتے خدمت پر مامور ہیں اس پہلو سے جب وہ صفات کو جاری کرتے ہیں ان کو عملاً قبول میں چلاتے اور ان میں اثر ڈالتے کے لئے کوشش کرتے اور تحریک کرتے ہیں تو اٹھانے والا تو دراصل انسان ہی بنتا ہے لیکن ضمناً چونکہ فرشتوں کی خدمت کا حصہ ہے یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ فرشتوں نے اٹھایا ہوا ہے۔ پس یہ فرق ہیں تین چار اور آٹھ کے مسئلے کو تو پہلے حل کر دوں آپ کے سامنے قرآن کریم فرماتا ہے

وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ۝ وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ۚ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ۝

(الحاقہ ۱۷ : ۱۸)

جب آسمان پھٹ پڑے گا اور یہ بودا اور بے طاقت دکھائی دے گا کچھ بھی باقی نہیں رہے گا "وَالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا" اور فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے "وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ" اور اس دن تیرے رب کے عرش کو اٹھائے ہوئے ہوگا۔ کون؟ "يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ" اس دن آٹھ اب وہ ثمانیہ چونکہ تانیث ہے اس لئے صفات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے اس لئے صفات باری تعالےٰ کا ترجمہ جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے بعینہٖ اس مضمون کے مطابق ہے لیکن یہ بھی فرمایا کہ چونکہ فرشتوں کا صفات سے بھی تعلق ہے اس لئے گویا تمثیلی طور پر فرشتوں کو بھی کہا جا سکتا ہے کہ وہ اٹھائے ہوئے ہیں ورنہ حقیقت میں نہیں تمثیلی رنگ میں فرشتوں کو کہا جاتا ہے

یہاں تو آٹھ کا ذکر ہے اور دنیا میں چار صفات ہم پر روشن ہوئی ہیں یہ کیا حکمت ہے۔ یہ کیا فرق ہے۔ قیامت کے دن چار آٹھ کیسے ہو جائیں گی۔ قرآن کریم میں سورۂ فاطر میں اللہ تعالےٰ اس مضمون کے اوپر فرشتوں کی صفات کے تعلق میں روشنی ڈالتا ہے۔ فرماتا ہے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" تمام اور کامل اور حقیقی تعریف اللہ ہی کی ہے کہ جو آسمانوں اور زمین کا آغاز کرنے والا ہے اسکی تخلیق کا آغاز کرنے والا ہے جاعل الملائکۃ فرشتوں کا بنانے والا ہے "رُسُلًا" پیغمبر کے طور پر ان کے ذریعے کام لیتا ہے جو خدا ان کو پیغام دیتا ہے اس پیغام کے مطابق وہ آگے ان کاموں کو جاری کرتے ہیں اس لحاظ سے وہ رسول ہیں "اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ" وہ پروں والے ہوتے ہیں "مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ" ان میں دو دو پروں والے بھی ہیں اور تین تین پروں والے بھی اور چار چار والے بھی "يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ" مگر چار پر بات ختم نہیں جب اللہ چاہے گا اور جو چاہے گا وہ اپنی خلق میں اضافہ فرمائے گا پس آٹھ اور چار میں تضاد نہیں ہے بلکہ اسی مضمون کو آگے بڑھایا گیا ہے جہاں آٹھ کا ذکر ملتا ہے اور پر صفات ہیں ان میں قطعاً کوئی شک نہیں قرآن کریم واضح طور پر پروں کو صفات کے معنوں میں استعمال فرماتا ہے ان پر رحمت کے پر جھکا دے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو فرماتا ہے، ان مومنوں پر اپنی رحمت کے پر جھکا دے پس پروں کا اور بھی جگہ انہی معنوں میں، صفات کے معنوں میں ذکر ملتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ صفات ہیں جو فرشتوں کی ذاتی صفات نہیں ہیں۔ بعض صفات باری تعالےٰ سے ان کا تعلق ہے اور دنیا میں بنیادی صفات جو انسان پر ظاہر ہوئیں وہ چار تھیں اور مرنے کے بعد اگلی دنیا میں انہی صفات کو آٹھ فرمایا گیا اس میں ایک گہری حکمت ہے اول تو یہ وعدہ موجود تھا پہلے ہی جہاں چار صفات کا ذکر ہے وہاں وعدہ تھا کہ اور بھی خدا بڑھائے گا۔ "مَا يَشَآءُ" کا مطلب ہے کہ ہو سکتا ہے آئندہ لامتناہی دور میں ان صفات میں سے اور صفات بھی پھوٹتی رہیں۔ اب کیسے بڑھتی ہیں یہ صفات اور یہ تو ربوبیت ہی ہے۔ مگر یہاں جن چیزوں پر انسان کی اور زندگی

کی ربوبیت ہو رہی ہے وہی چیزیں بعینہٖ اُس دُنیا میں اُس کی ربوبیت کے لئے کافی نہیں ہیں بلکہ کام آہی نہیں سکتیں کوئی رُوح رُوٹی کھا کر زندہ نہیں رہ سکتی اُس کو روٹی کھانے کا نہ سلیقہ عطا کیا گیا ہے نہ اعضاء عطا کئے گئے ہیں نہ وہ معدہ، نہ وہ نظام انہضام کچھ بھی اُس کا نہیں ہے وہ کیسے چبائے گی روٹی کے ٹکڑوں کو یا مٹھائی کو یا نمک کو جو بھی خوراک اُس دُنیا میں ہے زندگی کے کسی حصے سے بھی تعلق رکھتی ہو وہ ربوبیت کا مظہر تو ہے لیکن اُس دُنیا میں ہم اسے جس طرح دیکھ رہے ہیں اُخروی دُنیا میں وہ خوراک بن سکے تو آئے گی لیکن یہ خوراک نہیں ہوگی جب لوگ سمجھیں گے کہ یہ پھل تو دنیا میں بھی عطا کئے گئے تھے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اُتوا بہٖ متشابہا (البقرۃ: ۲۶) وہ اور چیزیں ہیں تو متشابہ ہونا بتا رہا ہے کہ صفات باری تعالیٰ ایک ایسا جلوہ دکھائیں گی جو ربوبیت ہی کا جلوہ ہوگا لیکن متشابہ جلوہ ہوگا۔ پس اس پہلو سے صفات دُگنی ہو جائیں گی اور یہی رحمانیت اور رحیمیت اور مالکیت کا حال ہے ہر صفت بارش ہے جو یہاں بنیادی طور پر چار ہیں جن کا انسان کو علم دیا گیا ہے قیامت کے بعد خدا کے پاک بندوں پر وہ صفات ایک نئی شان کے ساتھ اس طرح پھوٹیں گی گویا ہر صفت کے بطن سے ایک اور صفت پھوٹ آئی ہے اور پھر آٹھ ہو جائیں گی اس پہلو سے۔ اور اس میں بہت گہرائی ہے اس مضمون میں کیونکہ ان فتوں کا کوئی شمار نہیں، کوئی حد نہیں ہے پس جب DIMENSIONS بدلیں گی تو صفات بھی ان DIMENSIONS کے مطابق تبدیل ہوں گی ایک DIMENSIONS سے دوسری میں جائیں گی تو دو کی بجائے چار دکھائی دیں گی دوسری سے تیسری میں جائیں گی تو چار کی بجائے آٹھ بھی دکھائی دے سکتی ہیں اور آٹھ کی بجائے سولہ بھی دکھائی دے سکتی ہیں لیکن آغاز کا جو ذکر ہے اس میں آٹھ کا وعدہ فرمایا گیا ہے لیکن "مزید" میں جو زائد کا وعدہ فرمایا گیا ہے اس میں حد بندی نہیں فرمائی۔ وہاں یہ نہیں کہا کہ آٹھ پہ جا کر ٹھہر جاؤں گا یا سولہ یا چھتیس پر جا کے ٹھہر جاؤں گا یہ ایک لامتناہی سلسلہ ہے جس کے امکانات کھول دئے گئے ہیں آگے جو بھی ہوگا ہم چونکہ ابھی تک آٹھ کو بھی پوری طرح سمجھ نہیں سکتے اس لئے اگلے مضمون میں ہمیں ڈالا ہی نہیں گیا۔ اگلے مضمون میں جب وہ منزل آئے گی خدا خود سمجھائے گا کہ وہ صفات میں کیا نئے رنگ پیدا فرماتا ہے اور کس طرح وہ صفات بڑھتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں پس یہ وہ مضمون ہے چار اور آٹھ والا۔

اب میں آپ کے سامنے یہ عرض کروں گا کہ میں نے کہا تھا کہ وہ جو آیت کریمہ میں نے حضرت مصلح موعودؓ کے حوالے سے بھی پیش کی تھی پہلے بھی پیش کی تھی میں نے کہا تھا یہاں اوّل طور پر محمد رسول اللہ جو مجسّم ذکر الٰہی تھے "وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ" وہ لوگ جو آپ کے ساتھ تھے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے نور کو جو ذکر کا نور تھا اپنے گھروں میں بھی لے گئے اپنے سینوں میں بھی انہوں نے داخل کیا اور سینوں میں سمیٹے ہوئے جس گھر میں گئے وہاں نور کی اور شمعیں پھوٹ پڑیں اور ایک نہیں رہی بلکہ زیادہ ہو گئے پس قیامت کے دن جو ذکر ہے کہ فرشتے تو اردگرد ہوں گے اور ان کا لفظ ہے "وترى الملائكة حافين من حول العرش" (الزمر: ۷۶) کہ فرشتے عرش کے اردگرد چاروں طرف حافین ہوں گے یعنی تہہ بہ تہہ ایک دوسرے کے اوپر چڑھے ہوئے یہ جو مضمون ہے اس پر ایک حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پوری طرح روشنی ڈال رہی ہے اور لفظ حف بھی استعمال فرما کر آپ نے ہمیں سمجھا دیا کہ فرشتے کون ہیں اور وہ کون صاحبِ عرش ہے جس کے گرد یہ حافّ ہوا کرتے ہیں جس کے گرد یہ ہجوم در ہجوم تہہ بہ تہہ اکٹھے ہو جاتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا:-

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ لِلّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى مَلَائِكَةً سَيَّارَةً فُضُلًا يَتَتَبَّعُوْنَ مَجَالِسَ الذِّكْرِ فَاِذَا وَجَدُوْا مَجْلِسًا فِيْهِ ذِكْرٌ قَعَدُوْا مَعَهُمْ"

یعنی ایسے فرشتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے پیدا فرمائے ہیں جو صاحبِ فضیلت ہیں، گھومنے پھرنے والے ہیں اور مجالس ذکر کو ڈھونڈتے پھرتے ہیں جہاں ذکر الٰہی کی مجلس لگے اس کے تو وہ عاشق ہوتے ہیں۔ گویا ہر وقت اس تاک میں رہتے ہیں کہ کہاں ذکر کی مجلس لگے تو وہ اس کے گرد اکٹھے ہو جائیں اور جو ذکر کی مجلس لگاتا ہے وہ انسان ہے فرشتہ نہیں ہے۔ فرماتے ہیں:-

"فَاِذَا وَجَدُوْا مَجْلِسًا فِيْهِ ذِكْرٌ" جب وہ ایسی مجلس کو دیکھتے ہیں یا پاتے ہیں جہاں ذکر الٰہی چل رہا ہو "قَعَدُوْا مَعَهُمْ" وہ ان کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں پھر کیا ہوتا ہے "وَحَفَّ بَعْضُهُمْ بَعْضًا" اور ہجوم کر کے ایک دوسرے سے لپٹتے ہیں ایک دوسرے سے چمٹ جاتے ہیں جیسے جگہ تنگ ہو گئی ہو اس قدر وہ ایک دوسرے کے اوپر ٹوٹ پڑتے ہیں گویا کہ "بِاَجْنِحَتِهِمْ حَتّٰى يَمْلَئُوْا مَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ السَّمَاءِ الدُّنْيَا" وہ اپنے پروں کے ساتھ جو ان کی صفات ہیں ان کے ساتھ وہ اکٹھے ہوتے ہوتے تہہ بہ تہہ اس طرح اونچے ہوتے چلے جاتے ہیں کہ آسمان تک، زمین سے آسمان تک سارے خلا کو بھر دیتے ہیں اور یہ سماء الدنیا ہے یعنی اس دُنیا میں جب ذکر کی مجلس لگتی ہے تو چونکہ دُنیا والوں سے تعلق ہے یہاں چار پروں والوں کا قصہ ہے اس لئے دُنیا کے آسمان تک ان کو بیان فرمایا اس سے اوپر ان کا ذکر نہیں ملتا "يَمْلَئُوْا مَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَاِذَا تَفَرَّقُوْا عَرَجُوْا وَصَعِدُوْا اِلَى السَّمَاءِ" (مسلم کتاب الذکر باب فضل مجالس الذکر) پس جب وہ بکھر جاتے ہیں ذکر کرنے والے تو فرشتے پھر صعود کرتے ہیں رب کی طرف اور اس سے پھر تذکرہ کرتے ہیں کہ ہم نے کیا کچھ دیکھا یہ مراد نہیں کہ اللہ کو علم نہیں مگر انسان کے ذکر کے گواہ بنا دئے جاتے ہیں جس طرح قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ صبح کی تلاوت "وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ۔ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا" (بنی اسرائیل: ۷۹) کہ جو فجر کی تلاوت ہے وہ مشہود ہوتی ہے اس پر گواہ اکٹھے ہوتے ہیں اور وہ دیکھی جا رہی ہوتی ہے تو دراصل مشہود سے یہ مراد نہیں کہ لوگ سُن رہے ہیں لوگ گواہ بن گئے ہیں وہ فرشتے جو سیارہ ہیں جو ہر وقت گھومتے پھرتے ہیں اور یہاں لفظ سیارہ کا معنی بھی اس طرح ہو رہا ہے جیسے سورج چاند نجوم ہیں ان کی صفات ایسی ہیں کہ وہ ہر وقت نظر رکھ رہے ہیں کہاں ذکر کی مجلس ہو اور وہاں ان کی توجہ مرکوز ہو جاتی ہے اور اسی طرح تلاوت قرآن جو صبح کے وقت اُٹھتی ہے وہ ایسی پیاری لگتی ہے فرشتوں کو کہ وہ ہر ایسے قاری کے گرد اکٹھے ہو جاتے ہیں جو فجر کے وقت تلاوت قرآن کرتا ہے فرمایا "اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا" تو یہ مضمون ہے جو صفات باری تعالیٰ کا اور عرش کا مضمون ہے اس لئے ہر انسان صاحبِ عرش ہو سکتا ہے اگر وہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی معیت کی کوشش کرے کیونکہ عرش کو اُٹھانے والے دراصل محمد رسول اللہ اور آپ کے "مع" ساتھ جو بھی ہیں وہ ہیں اور فرشتے اس مضمون میں مددگار رہیں اور فرشتوں کی مدد اور تائید کے بغیر یہ مضمون آغاز سے آخر تک تکمیل پا ہی نہیں سکتا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو ذریعہ بنا دیا ہے یہ ہے عرش کا مضمون۔

اب میں اس سلسلے میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض حوالے آپ کے سامنے رکھتا ہوں تاکہ حضرت اقدس کے الفاظ ہی میں آپ عرش کے مختلف پہلوؤں کو سمجھیں۔ اور آئندہ یہ دھوکہ نہ لگے کہ کوئی نعوذ باللہ جسمانی چیز ہے جو مخلوق ہے۔ عرش مخلوق نہیں ہے اگر صفات باری تعالیٰ ہے تو مخلوق ہو ہی نہیں سکتا اس لئے مخلوق چیزوں کا اس کو اٹھانے کا سوال کوئی نہیں اور فرشتے مخلوق ہیں "جعل" فرمایا ہے ان کو بنایا اللہ تعالیٰ نے اور حقیقت سے اللہ بہتر جانتا ہے کہ کتنی کائناتیں ہیں کتنے فرشتے کب سے چلے آرہے ہیں مگر ازل سے کوئی فرشتہ خدا کے ساتھ نہیں ہے ازل میں مختلف قسم کے وجود روحانی اور غیر روحانی خدا نے پیدا کئے ہیں اور کرتا چلا آیا ہے کیونکہ اس کی صفات معطل نہیں ہیں لیکن اس کے باوجود کوئی بھی تخلیق ازلی نہیں ہے نظام تخلیق ازلی ہے کیونکہ یہ خالق کا نظام ہے تخلیق فی ذاتہٖ ازلی نہیں ہے اس لئے اس بات کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لیں اور یہی وہ معنی ہیں جن کے لحاظ سے میں کہتا ہوں کہ خدا میں زمانہ نہیں پایا جاتا تخلیق میں زمانہ پایا جاتا ہے اور تخلیق کا زمانہ جب ہم دیکھتے ہیں تو اسی کے حوالے سے خدا کا ایک زمانہ دکھائی دیتا ہے جو تخلیق کی زندگی کے دور میں خدا کے اور تخلیق کے تعلق میں ہمیں نظر آتا ہے ہم سمجھتے ہیں ایک زمانہ ہے۔ مگر زمانہ وہ تخلیق کا ہے مگر اللہ سے اس تخلیق کا جو تعلق قائم ہوتا ہے اس لئے یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس زمانے میں خدا کا ان سے یہ تعلق قائم ہوا لیکن زمانہ فی ذاتہٖ اللہ کا نہیں ہے کیونکہ وہ زمانوں سے پاک اور بالا ہے۔

> ہر انسان صاحبِ عرش ہو سکتا ہے اگر وہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی معیت کی کوشش کرے کیونکہ عرش کو اٹھانے والے دراصل محمد رسول اللہ اور آپ کے "مع" ساتھ جو بھی ہیں وہ ہیں اور فرشتے اس مضمون میں مددگار ہیں

اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں فرماتے ہیں:۔

"مسلمانوں کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ عرش کوئی جسمانی اور مخلوق چیز ہے جس پر خدا بیٹھا ہوا ہے۔ تمام قرآن شریف کو اوّل سے آخر تک پڑھو اس میں ہرگز نہیں پاؤ گے کہ عرش بھی کوئی محدود چیز اور مخلوق ہے خدا نے بار بار قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ ہر ایک چیز جو کوئی وجود رکھتی ہے اس کا میں ہی پیدا کرنے والا ہوں میں ہی زمین و آسمان اور روحوں اور ان تمام قوتوں کا خالق ہوں میں اپنی ذات میں آپ قائم ہوں اور ہر ایک چیز میرے ساتھ قائم ہے۔ ہر ایک ذرہ اور ہر ایک چیز جو موجود ہے وہ میری ہی پیدائش ہے۔"

اگر فرشتے موجود ہیں تو اللہ کی پیدائش ہے پیدائش یعنی تخلیق۔

"مگر کہیں نہیں فرمایا کہ عرش بھی کوئی جسمانی چیز ہے جس کا میں پیدا کرنے والا ہوں۔"

(نسیم دعوت روحانی خزائن (مطبوعہ لندن) جلد نمبر ۱۹ صفحہ ۴۵۳)

اس لئے عرش صفات باری تعالیٰ کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ مگر وہ صفات جس دل پر جلوہ گر ہوں اس کو بھی جس طرح ہم فرشتوں کو کہتے ہیں، عرش اٹھانے والے اوّل طور پر وہ دل عرش اٹھانے والا ہے نہ کہ کوئی اور۔

"قرآن کریم میں لفظ عرش کا جہاں جہاں استعمال ہوا ہے اس سے مراد خدا کی عظمت جبروت اور بلندی ہے اسی وجہ سے اس کو مخلوق چیزوں میں داخل نہیں کیا اور خدا تعالیٰ کی عظمت اور جبروت کے مظہر چار ہیں۔"

(نسیم دعوت روحانی خزائن (مطبوعہ لندن) جلد ۱۹ صفحہ ۴۵۴)

ایک جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ چار مظہر سورہ فاتحہ میں درج وہ ام الصفات ہیں یعنی وہ چار صفات جو خدا تعالیٰ کی ایسی چار مرکزی صفات ہیں جن سے وہ تمام صفات پھوٹتی ہیں جن کا بنی نوع انسان سے تعلق تھا جن کا اس کائنات سے تعلق ہے کیونکہ ساری کائنات کا اور اس کی صفات کا بنی نوع انسان سے تعلق ہے جب ان سب کو مسخر کیا ہے خدمت پر تو ہر صفت جو پیدا فرمائی گئی ہے اس کائنات میں خواہ وہ دور ترین کے پیچھے ہٹتے ہوئے سیاروں میں پائی جائے اس نے انسان کی پیدائش پر اور اس کی صفات پر ضرور کچھ اثر چھوڑا ہے۔ یہ ہے وہ مضمون جو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کھول رہے ہیں

"خدا تعالیٰ کی عظمت اور جبروت کے مظہر چار ہیں"۔

ان مظاہر کو جو صفات کے مظہر کے طور پر استعمال ہوتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:۔

"وید میں چار دیوتاؤں کے طور پر پیش کیا گیا ہے اور قرآنی اصطلاح کی رو سے ان کا نام فرشتے بھی ہے۔"

(نسیم دعوت روحانی خزائن (مطبوعہ لندن) جلد نمبر ۱۹ صفحہ ۴۵۵ - ۴۵۶)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"ایک اور اعتراض مخالف لوگ پیش کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ قرآن شریف کے بعض مقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن عرش کو آٹھ فرشتے اٹھائیں گے جس سے اشارۃ النص کے طور پر مفہوم ہوتا ہے کہ دنیا میں چار فرشتے عرش کو اٹھاتے ہیں۔"

تو دراصل وہ چار صفات باری تعالیٰ ہیں اور اشارۃ النص اس سے بھی ہے اور اس آیت کریمہ سے بھی جس کا میں نے ذکر کیا ہے کہ چار چار صفات والے بھی فرشتے ہیں۔ دو دو سے شروع کیا ہے جس طرح چار شادیوں کی اجازت میں بھی مثنیٰ و ثلٰث و ربٰع ہے لیکن اوّل تو موجود ہی ہوتا ہے اس کے علاوہ دو دو بھی ہیں تین تین بھی اور چار چار یہ مراد ہے اس کی چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"جس سے اشارۃ النص کے طور پر معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں چار فرشتے عرش کو اٹھاتے ہیں اور اب اس جگہ اعتراض یہ ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ تو اس بات سے پاک اور برتر ہے کہ کوئی شخص اس کے عرش کو اٹھاوے اس کا جواب یہ ہے کہ ابھی تم سن چکے ہو کہ عرش کوئی جسمانی چیز نہیں ہے جو اٹھائی جائے یا اٹھانے کے لائق ہو بلکہ صرف تنزہ اور تقدس کے مقام کا نام عرش ہے۔"

اس کی تشریح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے الفاظ میں یہاں بھی اور آگے بھی آئے گی۔

"اسی لئے اس کو غیر مخلوق کہتے ہیں ورنہ ایک مجسم چیز خدا کی خالقیت سے کیونکر باہر رہ سکتی ہے اور عرش کی نسبت جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ سب استعارات ہیں پس اس سے ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ ایسا اعتراض محض حماقت ہے

اب ہم فرشتوں کے اُٹھانے کا اصل نکتہ ناظرین کو سناتے ہیں ؛ جہاں استعارۃً فرشتوں کا ذکر ہے کہ وہ اُٹھائے ہوئے ہیں وہ لفظی ترجمہ نہیں ہے بلکہ استعارہ ہے۔

"اور وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے تنزہ کے مقام میں یعنی اس مقام میں جب کہ اس کی صفت تنزہ اس کی تمام صفات کو روپوش کر کے اس کو وراء الوراء اور نہاں در نہاں کر دیتی ہے۔ جس مقام کا نام قرآن شریف کی اصطلاح میں عرش ہے۔ تب خدا عقول انسانیہ سے بالاتر ہو جاتا ہے اور عقل کو طاقت نہیں رہتی کہ اس کو دریافت کر سکے تب اس کی چار صفتیں جن کو چار فرشتوں کا نام سے موسوم کیا گیا ہے جو دنیا میں ظاہر ہو چکی ہیں اس کے پوشیدہ وجود کو ظاہر کرتی ہیں۔"

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن (مطبوعہ لندن) جلد ۲۳ صفحہ ۲۷۸)

چار صفتیں ہیں جن کو فرشتوں کا نام دیا گیا ہے مگر یہ صفات اور ربوبیت فی ذاتہ فرشتہ نہیں ہے۔ کیونکہ یہ بات سمجھنے کے لائق ہے کوئی شخص اس کو پڑھ کر یہ غلط نتیجہ نہ نکال لے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرشتوں کو صفات اور صفات کو فرشتے کہہ رہے ہیں۔ ان صفات کو فرشتوں کا نام دیا گیا ہے مگر یہ صفات اور وہ صفات ازلی ہیں اور فرشتے ازلی نہیں ہیں۔ وہ صفات ازلی ہیں اور صفات ازلی خدا کی ذات کا نام ہوتا ہے کیونکہ کوئی وجود اپنی صفات کے بغیر وجود ہی نہیں رہتا۔ پس صفات باری تعالیٰ اس کے وجود کا مظہر ہیں اور اظہار کے طور پر فرشتوں کا نام بھی دیا گیا ہے مگر کن چار صفات پر فرشتوں کے نام کا اطلاق ہے وہ سورہ فاتحہ کی چار صفات ہیں۔

"اوّل ربوبیت جس کے ذریعہ سے وہ انسان کی روحانی اور جسمانی تکمیل کرتا ہے۔ چنانچہ روح اور جسم کا ظہور ربوبیت کے تقاضا سے ہے اور اسی طرح خدا کا کلام نازل ہونا اور اس کے خارق عادت نشان ظہور میں آنا ربوبیت کے تقاضا سے ہے۔"

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن (مطبوعہ لندن) جلد ۲۳ صفحہ ۲۷۸-۲۷۹)

ربوبیت کی دو تشریحیں فرمائی گئی ہیں ایک یہ "روح اور جسم کا ظہور ربوبیت کے تقاضا سے ہے" یہ اللہ کی صفت ربوبیت ہے جس کے نتیجے میں جسم کا بھی ظہور ہوا اور بالآخر روح کا بھی وجود قائم ہوا۔ "اور اسی طرح خدا کا کلام نازل ہونا اور اس کے خارق عادت نشان ظہور میں آنا ربوبیت کے تقاضا سے ہے۔" یعنی اس دنیا ہی میں جو خلق آخر نصیب ہوتی ہے اور مذہب نازل ہوتا ہے کلام الٰہی اُترتا ہے تو جس طرح مادی ضرورتوں کے لئے جسمانی غذائیں بنائی گئیں ربوبیت کے تابع تاکہ جسم کو سنبھالیں اسی طرح روح کو سنبھالنے کے لئے اور اسے زندہ رکھنے کے لئے روحانی غذاؤں کا نزول ہوتا ہے اور وہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے احکامات اور اوامر کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔ اگر ان کو ترک کر دیں گے تو روح میں زندگی کے لئے کوئی طاقت باقی نہیں رہے گی۔ اس کے بغیر تو انسان مردہ ہو جاتا ہے۔

پس اس پہلو سے آپ نے فرمایا کہ ربوبیت نے دونوں تقاضوں کو پورا فرمایا ہے۔ جسم اور روح کی پیدائش خود ربوبیت کے نتیجے میں اور دونوں کو زندہ رکھنے کے لئے الگ الگ نظام جاری فرما دئے۔ اور وہ نظام کیا ہے جو روح کی غذا کے لئے ہے "خدا کا کلام نازل ہونا اور اس کے خارق عادت نشان کا ظہور میں آنا ہے۔ حیرت انگیز اعجاز دکھاتا ہے تاکہ روح زندہ رہے۔ کئی دفعہ آپ کہتے ہیں جی ایسا خدا نے معجزہ دکھایا، ایسا نشان روح تازہ ہو گئی، ایمان زندہ ہو گیا۔ تو یہی کہتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کہ صرف کلام الٰہی کے ذریعہ جو شریعت نازل ہوتی ہے وہ روح کی غذا کے لئے ضروری ہے مگر بعض دفعہ بے اختیار دل سے آواز اُٹھتی ہے کہ آہا ہا کیا دیکھا ہے ہم نے۔ روح زندہ ہو گئی۔ نئی زندگی مل گئی ایمان کو۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے دن رات موسموں میں سے ہم گزرتے ہیں کئی ایسی بھی گھٹائیں اُٹھتی ہیں ہر دار اور ہیبت کہ ان کو دیکھ کر انسان عش عش کر اُٹھتا ہے کہ روح تازہ ہو گئی حالانکہ وہ گھٹائیں نہ بھی ہوتیں تب بھی ان کا جسم زندہ ہی رہتا۔ تو خدا کی ربوبیت میں سے بعض اور ربوبیت کے جلوے یوں پھوٹتے ہیں کہ انسان کا جسم بھی عش عش کر اُٹھتا ہے اور اس کی روح بھی عش عش کر اُٹھتی ہے۔ تو معجزے یہ کام دکھاتے ہیں جو ربوبیت کا دائمی حصہ ہیں۔ حیرت انگیز خوب صورت مناظر اور موسموں میں حیرت انگیز پاک تبدیلیاں جو انسانی زندگی کو لطف سے بھر دیتی ہیں یہ دنیاوی معجزہ ہے۔ اور روح کے لئے بھی خدا نے معجزے مقرر فرمائے ہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریر کو غور سے پڑھیں ایک ایک دو دو فقروں میں حیرت انگیز مضامین کو سمیٹا گیا ہے۔

"دوم خدا کی رحمانیت جو ظہور میں آ چکی ہے یعنی جو کچھ اس نے بغیر پاداش اعمال بے شمار نعمتیں انسان کے لئے میسر کی ہیں یہ صفت بھی اس کے پوشیدہ وجود کو ظاہر کرتی ہے۔" (ایضاً صفحہ ۲۷۹)

رحمانیت کی تفصیلات میں اس وقت جانے کا وقت نہیں لیکن میں پہلے بھی بعض خطبوں میں رحمانیت ہی کے موضوع پر گفتگو کر چکا ہوں۔ بے شمار ایسے اللہ تعالیٰ نے انسان کی زندگی کی نشوونما کے لئے اور آئندہ ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے مخفی خزانے اکٹھے کر رکھے ہیں کہ جن کا ہر زمانے کے انسان سے تعلق نہیں ہے ان کے بغیر انسان ویسے بھی زندہ رہ سکتا تھا مگر ہر آنے والی ضرورت کا خیال رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے انسانی ضرورت کے لئے مخفی خزانے محفوظ کر رکھے ہیں۔ مگر ہر آنے والی ضرورت کا خیال رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے انسانی ضرورت کے لئے مخفی خزانے محفوظ کر رکھے ہیں۔ یہ رحمانیت ہے جو بن مانگے دیتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہی فرما رہے ہیں کہ دوسرا خدا کی رحمانیت ہے یعنی جو کچھ اس نے بغیر پاداش اعمال، یہ رحمانیت کی روح ہے۔ عمل کے نتیجے میں نہیں بلکہ عمل کرنے والا بھی پیدا نہیں ہوا اور پھر بھی خدا تعالیٰ نے آئندہ اس کی ضرورتوں کے پیش نظر جو رحمت کے جلوے دکھائے ہیں یہ اس کی دوسری صفت ہے جس کا خدا کی تمام صفات سے ایک بنیادی تعلق ہے۔

"تیسری خدا کی رحیمیت ہے اور وہ یہ کہ نیک عمل کرنے والوں کو اوّل تو صفت رحمانیت کے تقاضا سے نیک اعمال کی طاقتیں بخشتا ہے اور پھر صفت رحیمیت کے تقاضا سے نیک اعمال ان سے ظہور میں لاتا ہے۔"

یہ بھی توفیق الٰہی سے ہوتا ہے کہ جو صلاحیتیں ہیں ان کو نیک عمل پر استعمال کر کے فائدہ بھی تو اُٹھائے ورنہ بے کار بیٹھا رہے تو چلنے کی بھی طاقت باقی نہیں رہتی۔ دو ہفتے کی بیماری سے ٹانگوں کی جان نکل جاتی ہے۔ تو رحیمیت رحمانیت کو دائم اور جاری و ساری رکھنے کے لئے ایک اور صفت ہے اور رحمانیت کے جلوے جو بار بار رحیمیت کے ذریعہ ظہور ہوتے ہیں ان کی تفصیل تو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہت جگہ لکھی ہے یہاں صرف اتنا فرمایا ہے کہ پھر صفت رحیمیت کے تقاضا سے نیک اعمال ان سے ظہور میں لاتا ہے جو رحمانیت کے تقاضا سے استعدادوں کے طور پر ان کو ملے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان استعدادوں سے پھر نیک اعمال رونما ہونے میں رحیمیت مدد فرماتی ہے۔

"اور اسی طرح پر ان کو آفات سے بچاتا ہے اور یہ صفت بھی اس کے پوشیدہ وجود کو ظاہر کرتی ہے۔" چوتھی صفت"

"مالک یوم الدین" کی ہے۔ یہ بھی اس کے پوشیدہ وجود کو ظاہر کرتی ہے کہ وہ نیکوں کو جزاء اور بدوں کو سزا دیتا ہے۔"

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن (مطبوعہ لندن) جلد ۲۳ صفحہ ۲۷۹)

یہ بہت ہی اختصار سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام نے بیان فرمایا ہے کیونکہ چشمہ معرفت میں ایک ہندوؤں کو تفصیل دینے کے لئے، ان کو سمجھانے کے لئے، ان کے نکتوں کے رد کے طور پر قرآنی فلسفہ کے دقیق نکات ان کے سامنے رکھے مثالیں دے دے کر ان کو سمجھ آنے اور ان کے وید سے بھی وہ حوالے پیش کئے جن سے وہ سمجھیں کہ ہم نے خود وید ہی کی تعلیم کو غلط سمجھا تھا اور قرآنی تعلیم ہی ہے جو وید کو بھی سچا کر کے دکھاتی ہے ورنہ اس تعلیم کی روشنی کے بغیر وید محض جھوٹی ثابت ہوتی ہے۔ یہ طرز کلام ہے۔ اس لئے یہاں بہت تفصیل بیان نہیں فرمائی، ضمناً ذکر فرمایا ہے۔

"یہ چاروں صفتیں ہیں جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں"

(ایضاً صفحہ ۲۷۹)

اب دیکھیں یہ صفتیں ہیں جو اٹھائے ہوئے ہیں اس لئے ملائکہ کے حوالے سے تمثیل کے طور پر عرش اٹھانے کا ذکر ملتا ہے۔ اور یہ صفات کس نے اٹھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات تو خود اس کی ہیں، اٹھانے کا مطلب یہاں صرف یہ ہے کہ ان معنوں میں کہ جس کے دل پر جلوہ گر ہوں جس کی روح جس کے مزاج میں سرایت کر گئیں۔ اس پہلو سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم، کیونکہ صفات باری تعالیٰ کی جو ذات ہیں اپنے وجود پر اٹھانے میں درجہ کمال کی انتہا کو پہنچ گئے وہ آخری انتہا جہاں تک کمال پہنچ سکتا تھا۔ اس لئے میں بار بار یہ کہتا ہوں کہ میرے نزدیک عرش کا اعلیٰ اور ارفع معنی جو اس دنیا نے ہمیں دکھا دیا ہے وہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا دل ہے جس پہ عرش الٰہی جلوہ گر ہو رہا ہے۔ پس یہاں بھی ہم تمثیلاً دل کو عرش کہتے ہیں مگر دل عرش نہیں ہے۔ دل پر عرش نازل ہوا ہے یعنی صفات باری تعالیٰ نازل ہوئی ہیں۔ "فحملها الانسان" اب آپ کو سمجھ آئے گی کہ "حملها الانسان" کے کیا معنے ہیں۔ آسمان، زمین، پہاڑوں اور ہر چیز نے انکار کر دیا کہ ہم ان صفات کو نہیں اٹھا سکتے۔ "فحملها الانسان" یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم انسان کامل آگے بڑھا اور اس کو اٹھا لیا۔

پس جب میں کہتا ہوں عرش الٰہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا دل ہے تو دل فی ذاتہ نہیں ہے بلکہ انسان کو جو استطاعت بخشی گئی ہے، استعداد اور طاقت بخشی گئی ہے کہ صفات باری تعالیٰ کو اپنی ذات میں جاری کرے اور اس کا مظہر بن جائے۔ پس جب فرشتے مظہر ہوتے ہیں تو ان کو عرش اٹھانے والا کہہ دیا جاتا ہے۔ جب انسان مظہر ہوتے ہیں تو ان انسانوں کو عرش اٹھانے والا کہہ دیا جاتا ہے۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اس اٹھانے میں اکیلے نہ رہے بلکہ اپنے ساتھ وہ دوسرے نور پیدا کر دئے جو عرش کو اٹھانے میں آپ کے ساتھ تھے۔ اور وہ دعائیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ نے ہمیشہ کیں۔ قرآن نے ان دعاؤں کو عرش اٹھانے والوں کی طرف منسوب فرما دیا۔ یہ ہیں جنہوں نے عرش اٹھایا ہوا ہے۔ اس کو صوفیاء اپنی اصطلاح میں بعض دفعہ قطب کے طور پہ بیان کرتے ہیں کہ چار قطب ہوتے ہیں جنہوں نے آسمان اٹھا رکھا ہے۔ اب جو یہ چار سے تماشہ بیں ہیں، جن کو پتہ ہی نہیں کہ صوفی ازم ہے کیا۔ اس کے عرفان کے معنے کیا ہیں؟ وہ سمجھتے ہیں کہ چار قطب ہر جگہ کہیں موجود ہیں انہوں نے عرش کو اپنے سر پر اٹھا رکھا ہے حالانکہ وہ قطب یہی صفات باری تعالیٰ کے مظہر ہیں اور امت محمدیہ میں صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے زمانے ہی میں نہیں بلکہ اس صوفی اصطلاح سے پتہ چلتا ہے جس کی بنیاد پہ حقائق پر ہر زمانے میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ایسے غلام ہیں جو اقطاب کہلاتے ہیں، پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اور کوئی ایک صفت کی جلوہ گری میں کمال حاصل کر لیتا ہے۔ کوئی دوسری صفت کی جلوہ گری میں کمال حاصل کر لیتا ہے لیکن چاروں صفات کا مظہر کامل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے سوا دنیا میں کبھی نہ پیدا ہوا، نہ ہو گا سوائے اس کے کہ آپ کی غلامی کے اندر آ کر اپنی شخصیت کو مٹا دے اور آپ کا نام اس پہ اطلاق پائے ورنہ الگ وجود پیدا نہیں ہو سکتا، ناممکن ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"خدا تعالیٰ نے تمام اجرام سماوی و ارضی پیدا کر کے پھر اپنے وجود کو وراء الوراء مقام میں مخفی کیا جس کا نام عرش ہے"

اب عرش کا ایک معنی وہ ہے جو چار صفات کے حوالے سے اس دنیا میں انسانوں پر ظاہر ہے اور یہ صفات مخفی نہیں ہیں۔ مگر ان صفات کے کچھ اور بھی مظاہر ہیں جن کا انسان سے تعلق نہیں ہے۔ ذات باری سے تعلق ہے اور لامحدود صفات ہیں۔ ان صفات میں خدا تعالیٰ کا اس طرح لوٹنا ان صفات کی طرف جو جسمانی لوٹنا نہیں ہے بلکہ ایک تنزیہی مقام ہے گویا وہ ان صفات پر بیٹھ گیا ہے جا کے۔ یہ کیا چیز ہے۔ اس میں حکمت کیا ہے، کیوں فرمایا گیا ہے۔ ان امور پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام روشنی ڈال رہے ہیں فرماتے ہیں۔

"تمام اجرام سماوی و ارضی پیدا کر کے پھر اپنے وجود کو وراء الوراء مقام میں مخفی کیا جس کا نام عرش ہے اور یہ ایسا نہاں در نہاں مقام ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کی چار صفات ظہور پذیر نہ ہوتیں جو سورہ فاتحہ کی پہلی آیات ہیں تو اس کے وجود کا کچھ پتہ نہ لگتا"۔

یعنی اس مقام اخفاء میں خدا کا چلے جانا ایسا کامل ہوتا ہے کہ اگر ہندوں پر ان صفات کا جلوہ ظاہر کر کے اپنے تعلق کو ہمیشہ قائم نہ رکھتا تو جس مقام تنزہ میں وہ چلا جاتا ہے اس مقام کو انسان کے وہم و گمان میں بھی طاقت نہیں تھی کہ وہاں پہنچ سکتا۔

"یعنی ربوبیت، رحمانیت اور رحیمیت، مالک یوم الجزاء ہونا۔ سو یہ چاروں صفات استعارہ کے رنگ میں چار فرشتے خدا کی کلام قرار دئے گئے ہیں"

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن (مطبوعہ لندن) جلد ۲۳ صفحہ ۲۷۹، حاشیہ)

پس استعارۃً معنے کئے جاتے ہیں فرشتے حقیقی معنے نہیں ہیں۔ یہ صفات ہی ہیں جن کو استعارۃً "فرشتے" کہا جاتا ہے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"یہ چاروں صفتیں دنیا میں ہی کام کر رہی ہیں مگر چونکہ دنیا کا دائرہ نہایت تنگ ہے اور نیز جاہلی اور بے خبری اور کم نظری انسان کے شامل حال ہے اس لئے یہ نہایت وسیع دائرہ صفات اربعہ کے اس عالم میں ایسے چھوٹے نظر آتے ہیں جیسے بڑے بڑے گول ستاروں کے دور سے صرف نقطے دکھائی دیتے ہیں۔"

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے دل پر جس طرح صفات باری تعالیٰ جلوہ گر ہوئی ہیں قرآن سے ثابت ہے کہ فرشتوں کے سرداروں پر بھی اس طرح صفات باری تعالیٰ جلوہ گر نہیں ہوئیں۔

یہ بھی حیرت انگیز کلام ہے جو انسانی فطرت کی پاتال میں اتر کر اس کی حقیقتیں بیان کرنے والا کلام ہے۔ باوجود اس کے کہ یہ چاروں صفات اس شان سے جلوہ گر ہیں کہ ان کے پیچھے ان کے مخفی ہونے

کا سوال ہی کوئی نہیں پیدا ہوتا۔ کون سی وہ جگہ ہے، کون سی وہ فضا ہے جہاں رحمانیت جلوہ گر نہیں، جہاں ربوبیت جلوہ گر نہیں، جہاں رحمانیت نہیں اس کی مالکیت کی شان جلوہ گر نہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ انسان عاقل ہے کہ اس کو بہت دور کی نظر میں کہیں کہیں دکھائی دیتا ہے یعنی زندگی میں شاذ کے طور پر اس کو محسوس ہوتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے۔ کبھی دھیان جاتا ہے، غور کرتا ہے، ہاں شاید رحمان بھی ہے۔ فرمایا، یہ عجیب شان ہے قریب تر ہوتے ہوئے بھی دور تر بھی ہو جاتا ہے یہ معنی ہیں اس کے یعنی ایک معنے یہ بھی ہیں۔ بعض انسانوں کے قریب تر ہے جن کو ہر وقت خدا تعالیٰ کی صفات دکھائی دیتی ہیں ہر جلوے میں، صبح شام، اٹھتے بیٹھتے "یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبھم" وہ کھڑے ہو کے بھی یاد کرتے ہیں، بیٹھ کے بھی یاد کرتے ہیں، پہلوؤں کے بل لیٹے ہوئے بھی یاد کرتے ہیں ان کو ہر طرف، چاروں طرف، صفات باری تعالیٰ دکھائی دیتی ہیں اور وہ ہیں جن کو بہت دور دکھائی دیتا ہے خدا۔ تو خدا بیک وقت قریب بھی ہے اور دور بھی ہے۔ مگر جسمانی لحاظ سے قریب ہوتا یا ہٹتا ہوا نہ دکھائی دیتا ہے نہ وہ کبھی ایسا کرتا ہے۔ اپنی جلوہ گری میں بیک وقت وہ نزدیک بھی ہے اور دور بھی ہے اور شہ رگ کے قریب بھی ہے۔

"لیکن عالم معاد میں پورا نظارہ ان صفات اربعہ کا ہو گا اس لئے حقیقی اور کامل طور پر یوم الدین وہی ہو گا جو عالم معاد ہے"

جو آخر پر جہاں پہنچنا ہے ہم سب نے وہ عالم جو ہے اس میں اس کا پورا نظارہ ہو گا۔

"اس عالم میں ہر ایک صفت ان صفات اربعہ میں سے دوہری طور پر اپنی شکل دکھائے گی"۔

اب دیکھیں یہ پڑھ کے میری روح وجد میں آ گئی کیونکہ میری پہلے اس پر نظر نہیں تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ بات یقین کی طرح گاڑ دی تھی کہ یہی چار صفات ہیں جو بصارت کی تیزی کے نتیجے میں روح کی نئی لطافتوں کے نتیجے میں دگنی ہو کے دکھائی دیں گی اور قرب کے نتیجے میں ایک چیز بڑی دکھائی دیتی ہے۔ اب دیکھیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بعینہٖ یہی بات فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں:

"اس وقت یہ چار صفتیں آٹھ معلوم ہوں گی۔ اسی کی طرف اشارہ ہے جو فرمایا گیا ہے کہ اس دنیا میں چار فرشتے خدا تعالیٰ کا عرش اٹھا رہے ہیں اور اس دن آٹھ فرشتے خدا تعالیٰ کا عرش اٹھائیں گے۔ یہ استعارہ کے طور پر کلام ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کی ہر صفت کے مناسب حال ایک فرشتہ بھی پیدا کیا گیا ہے"۔

مگر صفت کے مناسب حال پیدا کیا گیا ہے وہ خود وہ صفت نہیں ہے۔ اس لئے چار صفات کے متعلق چار فرشتے بیان کئے گئے اور جب آٹھ صفات کی تجلی ہو گی تو ان صفات کے ساتھ آٹھ فرشتے ہوں گے کیونکہ ان صفات کے مناسب حال فرشتہ پیدا کیا جائے گا

"اور چونکہ یہ صفات الوہیت کی ماہیت کو ایسا اپنے پر لئے ہوئے ہیں گویا اس کو اٹھا رہے ہیں"

یہ صفات ہیں جو الوہیت کی ماہیت کو گویا ایسے اپنے اوپر لئے ہوئے ہیں گویا اس کو اٹھا رہے ہیں۔ "اس لئے استعارہ کے طور پر اٹھانے کا لفظ بولا گیا ہے۔ ایسے استعارات لطیفہ خدا تعالیٰ کی کلام میں بہت ہیں جن میں روحانیت کو جسمانی رنگ میں دکھایا گیا ہے"۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"اب واضح ہو کہ خدا تعالیٰ نے اس سورۃ میں ان چار صفتوں کو اپنی الوہیت کا مظہر اتم قرار دیا ہے اور اسی لئے صرف اس قدر ذکر پر نتیجہ مرتب کیا ہے کہ ایسا خدا کہ یہ چار صفتیں اپنے اندر رکھتا ہے وہی لائق پرستش ہے اور درحقیقت یہ صفتیں بہر وجہ کامل ہیں اور ایک دائرہ کے طور پر الوہیت کے تمام لوازم اور شرائط پر محیط ہے کیونکہ ان صفتوں میں خدا کی ابتدائی صفات کا بھی ذکر ہے اور درمیانی زمانہ کی رحمانیت اور رحیمیت کا بھی ذکر ہے اور پھر آخری زمانہ کی صفت مجازات کا بھی ذکر ہے اور اصولی طور پر کوئی فعل اللہ تعالیٰ کا ان چار صفتوں سے باہر نہیں۔ پس یہ چار صفتیں خدا تعالیٰ کی پوری صورت دکھاتی ہیں تو درحقیقت استواء علی العرش کے یہی معنی ہیں کہ خدا تعالیٰ یہ صفات جب دنیا کو پیدا کر کے ظہور میں آ گئیں تو اللہ تعالیٰ ان معنوں سے اپنے عرش پر پوری وضع استقامت سے بیٹھ گیا کہ کوئی صفت صفات لازمہ الوہیت سے باہر نہیں رہی اور تمام صفات کی پورے طور پر تجلی ہو گئی جیسا کہ جب اپنے تخت پر بادشاہ بیٹھتا ہے تو تخت نشینی کے وقت اس کی ساری شوکت ظاہر ہوتی ہے۔"

پس اس تخت کا ایک اور معنی بھی بیان فرما دیا۔ پس یہ خیال کرنا کہ ایک جگہ فلاں معنی کیا گیا ہے، دوسری جگہ فلاں معنی کیا گیا، یہ جہالت ہے۔ خدا تعالیٰ کے کلام میں بہت سے بطون ہیں اور اس کی صفات کو الٹ پلٹ کے دیکھیں تو نئے جلوے اس میں دکھائی دیتے ہیں۔ "کل یوم ھو فی شان"۔ (الرحمان: ۳۰) کا یہی مطلب ہے۔ صفات اگر تنانوے ہیں جو ہمیں بتائی گئی ہیں تو ہر یوم جو بے شمار زمانوں پر اطلاق پاتا ہے۔ اس میں نئی جلوہ گری کیسے ہو سکتی ہے اگر صفات نوع بہ نوع جلوے نہ دکھائیں۔ اور اس پہلو سے عرش الٰہی جو صفات کا نام ہے اس کے بھی مختلف جلوے ہیں۔ پس ایسی بحثوں میں نہ پڑو جو تمہاری استطاعت اور سمجھ سے باہر کی بات ہے۔ وہاں جاؤ گے تو وہاں تو فرشتوں کے بھی پر جل گئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے حوالے سے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالے سے ہم اس عرش کی باتیں سنتے اور سمجھتے ہیں جن کی رویت صرف ایک انسان کامل کو ہوئی یعنی حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور اس رویت کو اس نے اس طرح دیکھا جس نے اپنی آنکھیں چھوڑ دیں اور محمد رسول اللہ کی آنکھیں اختیار کر لیں۔ اپنا دماغ ترک کر دیا اور محمد رسول اللہ کے دماغ میں مدغم ہو گیا۔ اپنے نفس کے ہر ورد، ذکر، اپنے دل کے ہر تقاضے کو قربان کر دیا اور محمد رسول اللہ آپ کے دل پر اس طرح مستوی ہوئے جس طرح اللہ محمد رسول اللہ کے دل پر مستوی تھا۔ پس آپ کی آنکھوں سے آپ کے دل سے، آپ کی کیفیات سے آپ نے خدا کو دیکھا اور یہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں یہ آپ کا مرتبہ اور مقام ہے۔ اس کو سمجھتے ہوئے ہمیں بھی انہی راہوں پر قدم آگے بڑھانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ لیکن توفیق خدا سے ہی مانگنی ہو گی۔ اس کی توفیق کے بغیر ایک قدم اٹھانا بھی اس راہ میں ممکن نہیں۔

خطبہ ثانیہ سے پہلے یہ اعلان کرنا تھا وہ میں نے نہیں کیا تھا۔ آج کے جمعہ میں دعا یہ اعلان کیلئے ایک بھارت کی طرف سے اطلاع ملی ہے کہ مجلس خدام الاحمدیہ، اطفال الاحمدیہ، لجنہ اماء اللہ اور ناصرات الاحمدیہ کے سالانہ اجتماعات آج سے شروع ہو رہے ہیں، تین دن تک جاری رہیں گے۔ ان سب کو ہم سب کی طرف سے مبارک ہو۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اور ان کو بھی جن کے میں نام پڑھ کر سنانے لگا ہوں۔ اللہ ان سب کے اجتماعات مبارک کرے

مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی کی چھٹی مجلس شوریٰ کل ۲ اکتوبر کو شروع ہو رہی ہے۔ انشاء اللہ دو دن جاری رہے گی۔ خدام الاحمدیہ سویڈن کا نیرہواں سالانہ اجتماع اور خدام الاحمدیہ بلجیم کا چوتھا سالانہ اجتماع کل سے شروع ہو رہا ہے۔ یہ بھی دو دن جاری رہیں گے۔ اللہ ان سب اجتماعات کو بابرکت بنائے۔

منقولات

"اماموں کا مسیحا"

مذکورہ عنوان کے تحت وزیر اعظم پی۔ وی نرسمہاراؤ کو "اماموں کا مسیحا" قرار دے کر روزنامہ آزاد ہند کلکتہ نے بتاریخ ۲۰ جون ۱۹۹۵ء نے جو اداریہ سپرد قلم کیا ہے اس کے کچھ حصے ملاحظہ فرمائیں۔

وزیر اعظم نرسمہاراؤ ائمہ مساجد پر خاص طور سے بہت مہربان ہیں دسمبر ۹۲ء میں بابری مسجد گرائی جانے کے بعد وزیر اعظم کی نظر التفات اماموں کی طرف ہو گئی۔ آل انڈیا تنظیم ائمہ کی طرف سے کئی مرتبہ وزیر اعظم کے وسنار فضیلت باندھی گئی اور دوردرشن پر اس کی زوردار پبلسٹی بھی ہوئی۔ مئی ۹۳ء میں سپریم کورٹ نے اماموں کی تنخواہیں وقف بورڈوں سے مقرر کرنے کے لئے اپنا فیصلہ صادر کیا تھا تب بھی تنظیم ائمہ نے وزیر اعظم کی ڈیوڑھی پر حاضر ہو کر مقدمہ میں کامیابی پر وزیر اعظم کا شکریہ ادا کیا تھا۔ اوقاف کی بدحالی دیکھتے ہوئے یہ سوال اٹھا کہ ملک بھر میں پھیلے ہوئے تقریباً تین لاکھ اماموں کو تنخواہیں کہاں سے اور کیسے دی جائیں گی؟

اب حکومت ہند نے اماموں پر مہربان ہو کر سرکاری خزانے سے ریاستی وقف بورڈوں کو سالانہ تین ارب روپے گرانٹ دینے کا اعلان کیا ہے تاکہ اس فنڈ سے امام صاحبان کو ماہانہ مشاہرہ ادا کیا جا سکے سپریم کورٹ نے اپنے فیصلے میں یکم دسمبر ۹۳ء کی تاریخ مقرر کی تھی جب سے اماموں کو بڑھی ہوئی تنخواہ ادا کی جانا تھی مگر ایسا ہو نہیں سکا تو عدالت عالیہ نے اب ۳۰ جون ۹۵ء کی تاریخ تعمیل حکم کے لئے مقرر کی ہے حکومت نے اماموں کی تنخواہوں کا مسئلہ حل کرنے کے لئے ایک اعلیٰ سطحی کمیٹی بھی بٹھادی ہے جس کی قیادت مرکزی وزیر بہبود سیتارام کیسری کر رہے ہیں وزیر اعظم نرسمہاراؤ نے اماموں کے اجتماع کے سامنے وعدہ کیا تھا کہ اگر اوقاف کے پاس پیسہ انہیں ادا کرنے کے لئے نہیں ہے تو حکومت فنڈ مہیا کرے گی کمال عنایت سے اس وعدے کو پورا کیا گیا راؤ صاحب تو اماموں کے لئے مسیحا اور ان داتا ثابت ہوئے ہیں

اماموں کی تنخواہوں کے لئے وقف بورڈوں کو تین ارب سالانہ کی گرانٹ، چیونٹیوں بھرا کباب ہے مسلم اقلیت نوازی کا ایک اور الزام بی جے پی کے ہاتھ آیا مرکز سے تین ارب روپے کی بھاری تھیلی وقف بورڈوں کو کب تک ملے گی؟ اگر مرکز میں بی جے پی کی حکومت بن گئی جس کا بہت شہرہ اور خطرہ ہے تو یہ گرانٹ فوراً بند ہو جائے گی۔ اس کی مثال مہاراشٹر میں شوسینا۔ بی جے پی حکومت کے یہ فیصلے ہیں کہ اقلیتی کمیشن اور اردو اکیڈمی کا گلا گھونٹ دیا گیا مرکز میں بی جے پی تخت نشین ہوئی تو سب سے پہلے دو کام کرے گی ایودھیا میں بابری مسجد کی جگہ مندر بنائے گی اور اماموں کو سرکاری خزانے سے تنخواہ بند کرے گی تب ان بے چارے اماموں کا کیا ہوگا؟ جنہیں نہ خدا ملے گا نہ وصال صنم ہوگا؟ ابھی تو نرسمہاراؤ جی ان کے لئے فرشتہ رحمت اور مسیحا ہیں مگر کل جب وہ خود بے کار ہو جائیں گے تو کیھو کے امام کو روٹی کون دے گا؟

امامت کے لئے جھگڑا دس افراد زخمی

گوانا ۲۸ مئی ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ آف پولیس راجیو نندن نے سنیچر کے دن بتایا کہ جمعہ کے دن یہاں سے ۱۰ کلو میٹر کی دوری پر واقع چندبری ٹاؤن میں اصل امام کے لئے دو گروہوں میں تصادم ہوا جس میں کم از کم دس افراد مجروح ہو گئے انہوں نے بتایا کہ اس دن ایک مذہبی مقام پر جمع ہو کر مسلمانوں کے دو گروہوں کے تقریباً دو ہزار افراد نے اس بات پر جھگڑا کرنا شروع کر دیا کہ اس دن جمعہ کی نماز کون پڑھائے گا وہاں کے لوگوں نے اس مقام کے امام قمرالدین کو بدل کر اس کی جگہ جمال الدین نامی ایک شخص کو امام مقرر کر دیا تھا اس ماہ سے جاری اس متنازعہ نے جمعہ کے دن اچانک سنگین صورت اختیار کر لی اور اس کو طے کرنے کے لئے ضلعی افسران کو مداخلت کرنا پڑی ان افسران نے یہ کہہ کر معاملہ رفع دفع کر دیا کہ یہ دونوں افراد امام ہوں گے اور ان کا معاملہ وقف بورڈ کے عہدیداروں سے بات چیت کر کے طے کیا جائے گا۔ پولیس نے ان دونوں گروہوں کے خلاف مقدمہ درج کر لیا ہے لیکن کسی کو گرفتار نہیں کیا گیا۔

آزاد ہند کلکتہ ۳۱ مئی ۹۵ء

اعلانات نکاح

۳۰ دسمبر ۹۵ء کو بعد نماز مغرب زعشا مسجد اقصیٰ قادیان میں محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ قادیان نے مکرم برادرم محمد الیاس صاحب لون ابن محترم مطیع اللہ صاحب لون آف آسنور کشمیر کے نکاح کا اعلان مکرمہ رخسانہ ظہور صاحبہ بنت محترم ظہور احمد خان صاحب آف مانلو شوپیاں کشمیر کے ساتھ مبلغ ۳۶ ہزار روپے حق مہر پر فرمایا۔

اعانت بدر /۱۵ روپے (محمد نسیم خان قادیان)

(۲) عزیزہ سکینہ بیگم بنت بالق احمد صاحب انصاری حروری بہار کا نکاح مکرم جہانگیر احمد صاحب پڈر ناصر آباد کشمیر کے ساتھ مبلغ ۱۲ ہزار روپے حق مہر پر ۳ جنوری ۹۶ء کو مسجد اقصیٰ قادیان میں محترم صاحبزادہ صاحب نے ہی پڑھایا۔ اعانت بدر /۲۵ روپے

منظور احمد پونچھی قادیان

(۳) خاکسار کے بیٹے عزیز ڈاکٹر خالد عبد الناصر کا نکاح ہمراہ عزیزہ امۃ النصیر بنت محترم آفتاب احمد صاحب تماپوری بتاریخ ۴ جنوری ۱۹۹۶ء ۵۱ ہزار روپے حق مہر پر محترم ڈاکٹر حافظ صالح محمد الہ دین صاحب نے پڑھا

اعانت بدر /۱۰۰ روپے (ایم عبد الرشید دیودرگی)

اللہ تعالیٰ ان رشتوں کو مبارک فرمائے

دعائے مغفرت

خاکسار کے والد محترم کے اے محی الدین کویا صاحب ۲۲ کو چار پانچ روز علیل رہ کر بعمر تقریباً ۷۹ سال مولائے حقیقی سے جا ملے انا للہ و انا الیہ راجعون مرحوم جماعت احمدیہ کالیکٹ کے پرانے ممبر اور چند پرانے فدائے احمدیوں میں سے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے مرحوم مولانا بی عبد اللہ صاحب مالاباری کے ساتھ مل کر احمدیت کے علیٰ ہر طرح کی مالی و جسمانی قربانیاں پیش کرنے کی توفیق بخشی تھی اور اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے مرحوم کو جماعت احمدیہ کالیکٹ کے صدر کے عہدے پر بھی فائز فرما کر جماعت کی خدمات بجالانے کی توفیق عطا فرمائی تھی مرحوم صوم و صلوٰۃ و تہجد کے پابند اور ہر ایک کے ہمدرد تھے۔ مرحوم کی مغفرت بلندیٔ درجات اور جنت الفردوس میں مقامات عالیہ پانے کے لئے نیز والدہ کی صحت تندرستی درازی عمر اور جملہ رشتہ داروں اور لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق ملنے کے لئے درخواست دعا ہے۔ (محمد ظفر اللہ کے۔ اے)

آسنور میں رمضان کے لیل و نہار

مکرم سید ناصر احمد ندیم صاحب معلم وقف جدید آسنور لکھتے ہیں کہ رمضان میں باجماعت نماز تراویح، درس و تدریس کا سلسلہ خدا کے فضل سے جاری ہے۔ لوگ جوق در جوق شامل ہو رہے ہیں گویا عبادت کا موسم بہار چل رہا ہے خدا کے فضل سے مسجد بیت الشکر آسنور میں چھ افراد کو اعتکاف کی توفیق ملی۔ (عبد الحکیم وانی آسنور حال قادیان)

درخواست دعا۔ خاکسار کی صحت و سلامتی جملہ پریشانیوں سے نجات اہل و عیال کی حفظ و امان مقبول خدمت و اعمال کی توفیق پانے کے لئے درخواست دعا ہے۔ (محمد فیروز الدین انور کلکتہ)

خطاب حضور انور ایدہ اللہ ــــ بقیہ صفحہ (۲)

شرک کا مطلب ہے کوئی اور روکتا ہے۔ چنانچہ اس اور روکنے والے کا نام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ظاہر فرما دیا۔ "یہ شیطانی وسوسہ ہے جو شیطان نے ان کے دلوں میں ڈالا ہے کہ ان کے پیر یہاں جمنے نہ پائیں"۔

پھر فرمایا:—

"ہمارے دوستوں کو کس نے بتایا ہے کہ زندگی بڑی لمبی ہے۔ موت کا کوئی وقت نہیں کہ کب سر پر ٹوٹ پڑے اس لئے مناسب ہے کہ جو وقت ملے اُسے غنیمت سمجھیں"۔

(ملفوظات جلد اول (طبع جدید) صفحہ ۳۰۱-۳۰۲)

جہاں تک قادیان آنے والوں کا تعلق ہے اگرچہ یہ تعداد اب کم ہوئی ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے جو قادیان آنے والوں کی اطلاع دی کہ قادیان لوگ کثرت سے آیا کریں گے، وہ سلسلہ لامتناہی ہے۔ وقتی روکوں کے باوجود ان آسمانی وعدوں کا سلسلہ ٹوٹا نہیں ہے بلکہ ابھی بھی جاری ہے اور ہمیشہ جاری رہے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۱۹۰۷ء کے لگ بھگ جو اس خدائی نشان کا ذکر فرمایا ہے اسے ایک نشان کے طور پر نہیں بلکہ لاکھوں نشانات کے طور پر پیش فرمایا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لکھتے ہیں:—

"براہین احمدیہ میں جو چوبیس برس پہلے کی چھپی ہوئی کتاب موجود ہے اس کو کھول کر پڑھو کہ کس قدر نشان اس میں دیئے گئے ہیں"۔

وہ جو نشان براہین احمدیہ میں دیئے گئے اُن میں ایک الہام یہ تھا:—

"یأتون من کل فج عمیق ویأتیک من کل فج عمیق"۔

کہ تیرے پاس لوگ بھی گہرے گڑھے پڑے ہوئے رستوں سے دور دور سے آئیں گے اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں ان آنے والوں کے ذریعے تحائف بھی پہنچیں گے جو اس طرح دور دور سے مختلف گڑھوں میں سے گزرتے ہوئے آئیں گے۔ یہ جو "فج عمیق" ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ایسی راہ جس پر چلنے والوں کی کثرت کی وجہ سے گڑھے پڑ جاتے ہیں۔

قادیان جب ہم جایا کرتے تھے پارٹیشن سے پہلے تو کبھی کچھ حصہ سڑک کا پکا ہوتا تھا کچھ اینٹوں کا بنا ہوا ہوتا تھا۔ مگر گڑھے اس وقت بھی اینٹوں والے حصے میں موجود رہتے تھے۔ اور بعض جگہ تو بہت بڑے گڑھے اچانک آجاتے تھے جو کثرت سے آنے والوں کی وجہ سے پیدا ہوئے تھے۔ ہر قسم کی سواریاں وہاں چلتی تھیں۔ اور اب بھی اگرچہ پکی سڑک بن گئی ہے مگر الہام میں جن گڑھوں کا ذکر ہے وہ اب اس سڑک پر بھی ملتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ یہ ایسی سڑک ہے جو بہت ہی زیادہ مسافروں کے آنے جانے کی وجہ سے ہر وقت مرمت کی محتاج رہتی ہے۔ اس وعدے کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "یہ کوئی دس لاکھ نشان ہوگا"۔

اب کیا مطلب ہے دس لاکھ نشان۔ اس کو میں خاص طور پر اس لئے آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں کہ غیر احمدی مولویوں کے بعض نہایت بے ہودہ اعتراضات کا جواب بھی آپ کو مل جائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب اپنے لاکھوں نشانات کا ذکر فرماتے ہیں تو آپ کی مراد کیا ہے؟ وہ نشانات کس طرح پورے ہوئے؟ اور ایک دیکھنے والا اس کو یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ مبالغہ ہے نعوذ باللہ من ذٰلک۔ اور ایک غور کرنے والا یہ سمجھ سکتا ہے کہ کس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے رب کے عاشق تھے۔ اور جس شخص کو ایک بارش ایک نشان کے طور پر دکھائی دیتی ہے وہی بارش ایک اور شخص کو ایسے دکھائی دیتی ہے کہ ہر قطرہ اللہ کی رحمت کا نشان ہے۔ یہ وہ رُوح ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کو عطا فرمائی گئی تھی اور اسی رُوح کا کچھ ادراک حاصل کرکے کچھ اس کا مزاج سمجھ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریروں کو سمجھا جا سکتا ہے ورنہ احمدیوں میں سے بھی بہت سے لوگ اس کو پڑھتے ہوں گے تو حیران ہوتے ہوں گے۔ اب دیکھیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہر آنے والے کو ایک نشان کے طور پر شمار فرمایا ہے۔ فرمایا اس بیس سال میں یہ نشان کم و بیش دس لاکھ کی تعداد میں پورا ہو چکا ہے۔ اور یہ دس لاکھ کے قریب نشان ہوگا۔ نشانات نہیں فرمایا بلکہ ایک نشان کو دس لاکھ کی تعداد میں دکھا کر فرمایا دس لاکھ کے قریب نشان ہوگا۔ ہر آدمی نیا آنے والا اس نشان کو پورا کرتا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہاں اپنے لاکھوں نشانات کا ذکر کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے پانچ ہزار معجزات کا ذکر فرماتے ہیں۔ اب نشان اور معجزات کے لفظ جدا جدا ہیں اور اگر غیر احمدی علماء کو اس فرق کی دلیل سمجھ نہیں آتی تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات کا اگر وہ تقویٰ سے مطالعہ کرتے تو معجزے اور نشان کا فرق سمجھ آئے یا نہ آئے یہ اعتراض بہرحال حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر وارد نہیں ہو سکتا کہ اپنے نشانات تو لاکھوں بتائے اور جس آقا کے قدموں کی خاک اپنے آپ کو بتاتے ہیں اس کے صرف چند ہزار نشان بیان فرمائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے معجزات کو اس نظر سے دیکھتے تھے کہ گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے تمام تر نشانات آنحضورؐ کے ایک معجزے کا حصہ ہیں۔ تو اگر وہ پانچ ہزار ہیں تو ہر معجزہ اپنی ذات میں لکھوکھہا نشانات رکھتا ہے۔ یہ اعتراف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے اپنے الفاظ میں مختلف صورتوں میں ہوا۔ ایک شعر میں آپ عرض کرتے ہیں ؎

ایں چشمہ رواں کہ بخلق خدا دہم
یک قطرۂ ز بحر کمال محمدؐ است

کہ یہ جاری چشمہ جو نشانات کا اور روحانی فیوض کا میں نے دنیا میں جاری کیا ہے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے فیض کے سمندر کا ایک قطرہ ہے۔ پس کوئی انسان جس کے دل میں تقویٰ کا ایک قطرہ بھی موجود ہے ان عبارتوں کو پڑھنے کے بعد اس قسم کا ظالمانہ رویّہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف روا نہیں رکھ سکتا کہ گویا نعوذ باللہ من ذٰلک آپ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے مقابل پر آپ کے تو ہزاروں معجزات بیان کئے اور اپنے لاکھوں نشانات بیان کئے۔ تو یہ ہے آپ کی سوچ کی طرز۔ اب جہاں تک مبالغے کا تعلق ہے جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے ہر شخص کا ایک نقطۂ نظر ایک زاویۂ نگاہ ہوتا ہے۔ جو محبت کی آنکھ سے عاری ہو یا جسے محبت کی اداؤں سے شناسائی نہ ہو وہ اس عبارت کو ایک مبالغہ ہی سمجھے گا۔ کہ عجیب بات ہے

(آگے مسلسل صفحہ ۱۲ پر)

طالب دعا۔ محبوب عالم ابن محترم حافظ عبد المنان صاحب مرحوم
M/S NISHA LEATHER
SPECIALIST IN LEATHER BELTS, LEATHER LADIES AND GENTS BAG, JACKETS, WALLETS ETC.
19-A JAWAHAR LAL NAHRU ROAD.
CALCUTTA-700081.

PHONE- 543105
Star CHAPPALS
WHOLE SELLERS OF HIGH QUALITY LEATHER & RUBBER CHAPPALS.
105/661 OPP. BLOCK NO. 7 FAHIMABAD COLONY
KANPUR-1 PIN. 208001

C.K.ALAVI RABWAH WOOD INDUSTRIES.
MAHDI NAGAR, VANIYAMBALAM - 679339 (KERALA)
TIMBER LOGS SAWN SIZE
TEAK POLES & WOODEN FURNITURE

PHONE- 26-3287.
PRIME AUTO PARTS
HOUSE OF GENUINE SPARES
AMBASSADOR & MARUTI
P-48, PRINCEP STREET
CALCUTTA-700072.

ایک وعدہ تھا آنے والا ہے کا اس کو ایک نشان قرار دے دیا۔ لیکن امرِ واقعہ یہ ہے کہ جب عشق ہو تو پھر ایسی ہی باتیں رونما ہوتی ہیں۔

ایک بزرگ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ ان کے پاس لڈوؤں کا ایک ٹوکرا تحفہ کے طور پر آیا۔ آپ نے وہ لڈو اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے سب عقیدت مندوں میں تقسیم فرما دیئے اور ایک لڈو اپنے ہاتھ میں پکڑ کر اسے کھانا شروع کیا۔ وہ عقیدت مند تو سارا ٹوکرا ختم کر چکے تھے اور وہ بزرگ ابھی ایک ہی لڈو کو دانہ دانہ چکھ رہے تھے۔ تو بڑی حیرت سے ایک عقیدت مند نے عرض کیا کہ یا حضرت یہ کیا بات ہے۔ آپ کے مزاج پر کچھ اثر ہے، طبیعت میں کچھ گرانی ہے کہ آپ ایک لڈو بھی ختم نہیں کر سکے اور ہم سارا ٹوکرا کھا گئے ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ نہیں یہ کھانے کے انداز الگ الگ ہیں۔ آج میں اس سوچ میں ہوں کہ اس لڈو کے ہر دانے پر اللہ تعالیٰ کے شکر کا اظہار محض زبان سے نہیں کر رہا۔ اپنی سوچوں سے کر رہا ہوں اور ان سوچوں کے رستے بہت متفرق سمتوں میں رواں ہو چکے ہیں۔ ایک دانہ جب میں کھاتا ہوں تو سوچتا ہوں اس کا میٹھا کیسے بنا تھا۔ اس کا میدہ کیسے ہاتھ آیا تھا۔ اس کا گھی کیسے بنا تھا۔ تو جب میں سوچتا ہوں تو میٹھے کیلئے تصور کرتے ہوئے مجھے یاد آتا ہے کہ کھیتوں میں زمیندار جاتے ہیں ہل اُٹھائے ہوئے، صبح صبح اور ان کھیتوں میں وہ کتنی مشقت اور محنت کے ساتھ ہل چلاتے ہیں۔ پانی دیتے ہیں پھر سوہاگے دیتے ہیں، پھر ہل چلاتے ہیں، پھر پانی دیتے ہیں۔ غرضیکہ بار بار زمین کو نرم کرتے ہیں اور اس کے بعد پھر کسی صبح کو اُٹھ کر جب سب دنیا آرام کر رہی ہوتی ہے وہ گنے کے ٹکڑے کاٹ کاٹ کر وہاں بیج کے طور پر بوتے ہیں اور ان محنتوں میں سے جو انہوں نے کی اور جس کا سلسلہ سارا سال جاری رہا اور جن پر خدا کے فضل کئی صورتوں میں بارشوں کی صورت میں اور پھر ضرورت کی خشکی کی صورت میں نازل ہوتے رہے وہ گنے پیدا ہوئے جن گنوں میں سے کچھ گنے ایسے تھے جن کا میٹھا آج میرے مقدر میں آیا ہے۔ تو اللہ کے کیسے احسانات ہیں اور کتنے اَن گنت احسانات ہیں۔ پھر انہوں نے کہا کہ یہ کہانی یہاں ختم تو نہیں ہوئی۔ پھر میں نے سوچا کہ پھر وہ میٹھا بنا کیسے تو پھر مجھے پتہ چلا کہ اس کو بیلا گیا اس میں سے رس نچوڑا گیا۔ پھر خیال آیا کہ وہ بیلا کیسے گیا۔ اس کے لئے بھی تو کچھ خدا کے بندوں نے محنت کی ہوگی۔ وہ لوہے کی چیزیں تھیں یا لکڑی کی چیزیں تھیں۔ کیسے کیسے بنیں اور وہ درخت کہاں پیدا ہوئے اور کیسے پیدا ہوئے جن کی لکڑی اس سلسلے میں کام آئی۔ اور وہ لوہا کن کانوں سے نکالا گیا اور کس کس مشقت سے نکالا گیا اور کن کن مراحل سے گزرا کہ پھر بالآخر ایک کارخانے نے اس کے ذریعے وہ بڑا کڑاہ بنایا جس میں پھر آخر اس کے رس کو گاڑھا کر کے اس کو میٹھا بنانے کے لئے ایک قدم آگے بڑھا دیا گیا پھر اس سے شکر بھی پیدا ہوتی تھی۔ پھر اس سے صاف ستھری کھانڈ بھی بنتی تھی۔ پھر اس کے بھی مراحل ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس تو اتنا وقت ہی کہاں ہے کہ ان سب سوچوں کو جو آگے بھی چلتی ہیں میدے کے تعلق میں بھی اسی طرح جاری ہونگی، گھی کے تعلق میں بھی اسی طرح جاری ہونگی، ان سب سوچوں کو پورا کر سکوں۔ کچھ سوچتا ہوں اور پھر ایک اور دانہ اُٹھا لیتا ہوں۔ پھر سوچتا ہوں تو ایک اور دانہ اُٹھا لیتا ہوں۔ تو بینا نظر کو تو لڈو کے ایک دانے میں بھی بے شمار نشانات دکھائی دیتے ہیں۔ اور اندھوں کو ان کثرت سے آنے والوں میں بھی کوئی نشان نہیں ملتا جن کی خبر اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمائی جب آپ کو کوئی بھی دنیا میں نہیں جانتا تھا ؎

کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر
میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی!
لوگوں کی اس طرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی

یہ وہ زمانہ ہے جب خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ کثرت کے ساتھ لوگ دور دور سے حاضر ہونگے اور ان کے چلنے کی وجہ سے رستوں میں گڑھے پڑ جائیں گے۔ آپ ان کو دس لاکھ نشان کہتے ہیں "ہوگا" اور پھر فرماتے ہیں یہ سلسلہ جاری ہے۔ اب تک یہ نشان کروڑوں بن چکا ہوگا۔ اور اربوں میں تبدیل ہونا ہے اس نے۔ اور ارب ہا ارب پھر آپس میں ضرب کھائیں گے۔ اور قیامت تک یہ نشانات کا سلسلہ جاری رہے گا۔ مگر اُن کو دکھائی دیگا جو محبت اور عشق اور عرفان کی آنکھوں سے ان باتوں کو دیکھتے اور ان پر غور کرتے ہیں۔

تو آج بھی قادیان میں جو مختلف ممالک سے مہمان حاضر ہوئے ہیں یا ہندوستان کے مختلف گوشوں سے وہاں اکٹھے ہوئے ہیں وہ سارے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا ایک نشان بنے وہاں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان نشانات کے سلسلہ کو ہمیشہ آگے بڑھاتا چلا جائے۔ وقتی طور پر جو کمی آئی ہے اس کمی کی وجہ پاکستان سے مہمانوں کے آنے کے رستے میں جو روکیں پیدا کی گئی ہیں وہ وجہ ہے۔ اس تفصیل کو یہاں بیان کرنا مناسب نہیں۔ مگر میں سمجھتا ہوں یہ محض ظلم اور زیادتی ہے کہ جماعت احمدیہ کو نہ پاکستان میں جلسہ سالانہ منعقد کرنے کی اجازت دی جائے، نہ قادیان کے متبرک مقام پر جا کر وہاں جلسے میں شمولیت کی اجازت دی جائے۔ اور اگر اجازت لفظوں میں روکی نہ جائے تو ایسی روکیں رستے میں کھڑی کر دی جائیں کہ ایک شریف انسان کے لئے ان روکوں کو عبور کرکے یا توڑ کر ان سے گزر کر وہاں جانا مشکل ہو یا بعض صورتوں میں ناممکن ہو۔ پس ایسی ہی کچھ روکیں ہیں جن کے متعلق تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔

جب میں وہاں جلسے پر گیا تھا تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ بیس ہزار کی تعداد میں وہاں سب دوست اکٹھے ہوئے تھے۔ اور پچیس ہزار کی وہ تعداد ہے جو جب حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "سلسلہ عالیہ احمدیہ" لکھی تو اس زمانہ میں یہ غالباً ۳۹ء کی کتاب ہے جو بلی کے موقع پر، تو آپ نے جلسے پر آنے والے مہمانوں کی تعداد پچیس ہزار بتائی ہے کہ اس کے لگ بھگ دوست آتے ہیں۔ تو اندازہ کریں کہ باوجود اس کے کہ پاکستان کی جماعتوں کی بھاری تعداد وہاں شمولیت سے معذور ہے اور ہندوستان میں بھی اقتصادی بدحالی کی وجہ سے دور دور کی جماعتوں کے لئے حاضر ہونا مشکل ہے۔ پھر بھی جب میں نے جلسے میں شمولیت کی توفیق پائی تو پچیس ہزار وہاں حاضرین موجود تھے جلسے کے موقع پر۔ تو یہ سلسلہ وقتی طور پر دبتا بھی ہے، اُبھرتا بھی ہے۔ پہلے بھی ایسا ہوتا رہا ہے لیکن جاری سلسلہ ہے جو کہیں کھڑا نہیں ہوگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں بھی ایسے اُونچ نیچ آتے رہے چنانچہ غالباً ۱۹۰۷ء کا جلسہ تھا جس میں توقع سے بہت کم دوست شریک ہوئے تھے۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اظہارِ تاسف بھی فرمایا مگر غالباً وہ طاعون کا جو ایک لمبا سلسلہ چلا تھا اس کا بھی شاید لوگوں کے دلوں پر ایک خوف بیٹھا ہوا تھا۔ ۱۹۰۷ء تک چلا ہے طاعون اس زمانے میں۔ لیکن جو بھی وجہ ہوئی میں نہیں اس وقت سمجھ سکتا کیا تھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اظہار فرمایا ہے وہ جلسہ کسی کو یاد ہے کہ کون سا تھا یعنی انیسویں صدی کا آخری سال تھا یا بعد کا میں نے پڑھا تھا کہیں۔ بہرحال اگر وہ حوالہ مل گیا تو میں تاریخ کی یا سال کی درستی کروا دوں گا پرسوں کے اجلاس میں انشاء اللہ۔ تو اُونچ نیچ تو ہوتی رہی ہے مختلف وجوہات سے۔ لیکن اہلِ قادیان کو اور جماعت احمدیہ عالمگیر کو میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش کہ لوگ کثرت سے آئیں کسی ظاہری مقام کی ظاہری زیارت نہیں تھی بلکہ آپ نے کھول کر بیان فرمایا کہ میرا مقصد صرف یہ ہے کہ دین کی آواز زیادہ سے زیادہ لوگوں کے کانوں تک پہنچے اور دلوں پر اثر انداز ہو۔ اس غرض سے میں یہ کہتا ہوں کہ تم یہاں آؤ اور کوئی غرض نہیں۔

تو دیکھیں اللہ تعالیٰ نے اس غرض کو کس شان سے پورا فرمایا ہے کہ آج اس قادیان کے جلسے میں دنیا بھر سے لکھو کھہا احمدی اور غیر احمدی مسلم اور غیر مسلم شامل ہونے کی توفیق پا رہے ہیں۔ پس جب میں نے کہا کہ یہ سلسلے بڑھتے رہیں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ ہر پہلو سے بڑھتے رہیں گے۔ ایک وقت ایسا بھی آئیگا جب قادیان کی زیارت کو جانے والے افراد کی تعداد لاکھوں سے ملینز میں پہنچ جائے گی اور وہ وقت جو نسلیں دیکھیں گی وہ یاد کریں گی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ان تحریرات کو جن کو اس زمانے میں دشمن تضحیک کا نشانہ بناتا رہا لیکن وہ سوچیں گی کہ دس لاکھ نشان، دس لاکھ کیسے اب تو یہ کروڑوں اربوں نشان بن چکے ہیں اور اسی طرح اللہ کے فضل سے یہ نشانات بڑھتے رہیں گے۔

ایک اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو احمدیت کے آغاز ہی میں الہام ہوا۔ آغاز ہی میں نہیں کہنا چاہیئے بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں کسی وقت یہ الہام ہوا کیونکہ اس کے چھپنے کی تاریخ ۱۹۰۷ء ہے اس لئے ۱۹۰۶ء یا ۱۹۰۷ء میں کسی وقت الہام ہوا ہوگا۔ وہ الہام یہ تھا "وَسِّعْ مَكَانَكَ" اپنے مکان کو وسعت بخش، وسعت عطا کر، وسعت دے۔ اور یہ دراصل خوشخبری تھی آنے والوں سے متعلق۔ وہی نشان جس کا میں ذکر کر رہا ہوں اسی تسلسل میں یہ اگلے قدم کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ کثرت سے لوگ آنے والے ہیں آنے والوں کی کمی سے اپنے دل کو ملول نہ کر بلکہ یہ فکر کر کہ ان کی رہائش کا انتظام بھی ہو سکے گا یا نہیں اس لئے اپنے مکان کو وسعت دے۔ یہ مکان کی وسعت صرف قادیان سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ تمام دنیا میں ہر احمدی مکان مسیح موعود علیہ السلام کا مکان بن چکا ہے۔ ہر ملک میں جو جلسے ہوتے ہیں وہاں ہم اس الہام کو بڑی شان کے ساتھ پورا ہوتے دیکھتے ہیں اور ہر سال پہلے سے بڑھ کر شان کے ساتھ پورا ہوتے دیکھتے ہیں۔ (باقی آئندہ انشاء اللہ)